جامعہ حمادیہ کراچی پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ الحماد کراچی

شمارہ نمبر 04 / جلد نمبر 28 / ربیع الثانی 1443ھ / دسمبر 2021ء

بانی

پیر طریقت رہبر شریعت یادگار اسلاف حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صدر

حضرۃ مولانا قاسم عبداللہ صاحب مدظلہ

Caresse
NATURALS
Hand Wash
benefits
Economical than soap bars
Use till last drop
Rich fragrance
Hygienic
Antibacterial
Caresse NATURALS Antibacterial Moisturizing Hand Wash
Caresse NATURALS Antibacterial Softening Hand Wash
Protects from germs
Softens & Conditions
Caresse NATURALS Antibacterial Relaxing Hand Wash
With Lavender Oil
Relaxes & Refreshes
Protects from germs
Caresse NATURALS Antibacterial Enchanting Hand Wash
With Floral Mystery
Soothes & Refreshes
Protects from germs
Refill only with Caresse Naturals Antibacterial Enchanting Hand Wash
Caresse NATURALS Exclusive Gold Hand Wash
With Special Gold Pearl
Soothes & Refreshes
Protects from germs
Refill only with Caresse Naturals Exclusive Gold Hand Wash
Caresse NATURALS Antibacterial Hand Wash
With Germ Protection Shield
Softens & Moisturizes
Caresse NATURALS Antibacterial Whitening Hand Wash
Thick gel gives more washes compared to other brands
PROTECTED

ماہنامہ
الحماد کراچی
RED. NO. M.C 898

شمارہ نمبر 04 ❁ جلد نمبر 28
ربیع الثانی 1443ھ
دسمبر 2021ء

بیاد: مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

بانی: پیر طریقت رہبر شریعت یادگار اسلاف حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صدر: حضرت مولانا قاسم عبداللہ صاحب مدظلہ

مجلس ادارت

مدیر منتظم
مولانا شاہد عبداللہ صاحب مدظلہ

مدیر مسؤل
مولانا قاسم عبداللہ صاحب مدظلہ

مجلس مشاورت

- مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ
- مولانا ناصر عبداللہ صاحب مدظلہ
- مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب مدظلہ
- پروفیسر مصباح العرفان صاحب

بیرون ملک نمائندے

- قاری محمد اقبال صاحب مکہ مکرمہ
- مولوی محمد حیات صاحب مدینہ منورہ
- مولانا حبیب البشر صاحب جدہ
- شیخ مطیع الرحمٰن صاحب جدہ
- جناب احفاظ الرحمٰن صاحب (امریکہ)
- جناب حاجی محمد یونس صاحب (انگلینڈ لندن)

ترتیب وتصحیح
مفتی حمید الرحمٰن قاسم ❁ مفتی جنید شمس

تزئین وکمپوزنگ: جناب انیس یوسف زان
ڈیزائننگ: جناب حافظ عمار حمید

مقام اشاعت: جامعہ حمادیہ

طابع: الجنّت پرنٹنگ پریس

ضروری گزارش

جن قارئین کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے، اُن سے درخواست ہے کہ رواں سال کا سالانہ زرِتعاون جلد از جلد روانہ فرمائیں، زرتعاون تاخیر سے موصول ہونے کی صورت میں ادارہ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جن حضرات کی ادائیگیاں مکمل ہے، ان حضرات کے تعاون کا شکریہ

قیمت فی پرچہ
اندرون ملک =/35 روپے

زرِسالانہ
اندرون ملک PKR: 400.00
بیرون ملک USD: 35.00

برائے تعاون وزرِسالانہ
جازکیش JazzCash — +92-300-1201016
Title: AL-HAMMAD (RESALA) MCB
A/C NO. 0103601010009449

Jamia Hammadia
Karachi, Pakistan
www.JamiaHammadia.com
Write@JamiaHammadia.com
Fatwa@JamiaHammadia.com

ماہنامہ الحماد کراچی

جامعہ حمادیہ کراچی پاکستان
دفتر +92-21-34571263
دفتر +92-21-34685378
دارالافتاء +92-21-34582143

+92-21-34588024 +92-300-1201016
Mahnama@JamiaHammadia.com

فہرست

بصیرت وبصارت	کلمۃ المدیر	مولانا قاسم عبداللہ صاحب	03
نور ہدایت	سورۃ الانفال (آیت نمبر 12 تا آیت نمبر 22)	پیر طریقت رہبر شریعت حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	05
مشکوۃ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم	دنیا کی حقیقت	پیر طریقت رہبر شریعت حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	08

مقالات ومضامین

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمحہ بالمحہ	مفتی جنید شمس	11
نکاح کے لیے لڑکی کی تلاش کے لیے شرعی ہدایات	مفتی محمد راشد ڈسکوی	14
نمونہ اسلاف !!!	ابن عیسیٰ دوست محمد البلوشی	26
گیارہویں شریف کی رسم	مولانا ندیم احمد انصاری	31
تکافل وقت کی ضرورت، مگر کیسے؟	مفتی محمد انس ابوتقی	36
مثالی حکمرانی	ڈاکٹر اجتباء ندوی	39
مؤمن عورت کی عظمت کا واقعہ	حضرت ہالیجویؒ	43
خوش بُو	ڈاکٹر فہد انوار	45
سنہریں باتیں	حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب حفظہ اللہ	53
دارالافتاء	حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب حفظہ اللہ	58
کارزارِ کائنات بزبان سائنس	حضرت مولانا حافظ محمد بلال حفظہ اللہ	60

نوٹ! مقالات ومضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ (ادارہ)

اداریہ

عشق یا ہوس

حضرت مولانا قاسم عبداللہ صاحب

گزشتہ دنوں ملتان میں بارہ ربیع الاول کے جلوس میں ایک بے حجاب نوجوان لڑکی کو حور بنا کر برسر عام پیش کیا گیا، اور بلا تفریق صغیر و کبیر ہر کس و ناکس کو دعوت بد نگاہی دی گئی، چناچہ جلوس کے بہت سے شرکاء دیدے پھاڑ کر اس حور کو تکتے رہے اور اس کی ویڈیو بھی بناتے رہے، دوسری طرف لاہور میں ایک نوجوان کو شیطان کے روپ میں زنجیروں میں جکڑ کر میلاد کے جلوس میں لایا گیا اور شیطان کو مجبور کیا گیا کہ وہ ناچ کر عید میلاد پر خوشی کا اظہار کرے چنانچہ شیطان ناچتا رہا اور اہل جلوس محظوظ ہوتے رہے۔

یہ دونوں شرمناک واقعات ان بیسیوں تماشوں کے علاوہ ہیں جنہیں ہم ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔

خلش اس بات کی نہیں ہے کہ یہ سب اہل اسلام نے کیا بلکہ دکھ اس بات کا ہے کہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کیا جن کی بعثت کا مقصد ہی لہو و لعب، بدعات و رسومات اور بے سروپا خرافات کا خاتمہ کرنا تھا۔ جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہالت و ضلالت سے مسخ شدہ انسانیت کو اخلاق و شرافت وقار و تمکنت اور سنت و شریعت کے زیور سے آراستہ کیا تھا انھی کے نام پر میلاد کے جلسوں میں فکر ننگ و ناموس سے بے نیاز ہو کر وہ طوفان بدتمیزی برپا کیا جاتا ہے جس کے آگے دور جاہلیت کا جشن نوروز بھی ماند پڑ جاتا ہے۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

آج ہر ذی شعور انسان یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ کیا آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے نام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی مشن سے انحراف کیا جاسکتا ہے، کیا جشن میلاد مشن میلاد سے دست کش ہو کر منایا جاسکتا ہے، کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا یہی تقاضا ہے کہ سر بازار بنت حوا کی نمائش کی جائے، اختلاط مرد وزن ہو، سر عام رقص گاہیں سجیں، آتش بازی اور ہلڑ بازی ہو، شور و غوغا اور ہڑ بونگ مچایا جائے، حقوق عامہ تلف کیے جائیں، مقدسات کی توہین ہو، شرعی حدود کی پامالی ہو، شعائر دین مجروح ہوں۔

ہر گز نہیں، در حقیقت یہ عشق ہے ہی نہیں بلکہ عشق کے نام پر ہوس ہے جس کی تسکین کا سامان کیا جاتا ہے، عشق تو اپنی خودی کو مٹا کر معشوق کے سانچے میں ڈھل جانے کا نام ہے، عشق تو اطاعت شعاری اور فرماں برداری کا نام ہے۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے

لو کان حبك صادقا لاطعته

لان المحب لمن یحب یطیع

ترجمہ: اگر تو عشق میں سچا ہوتا تو معشوق کی تابعداری کرتا کیونکہ حقیقت میں عاشق وہی ہوتا ہے جو اپنے معشوق کی فرماں برداری کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہمارا وجود ان کی اتباع کا سراپا ہو، ہمارے قلوب ہر لحظہ ان کی عظمت واحترام سے معمور ہوں، ہمارے دلوں کی ہر دھڑکن ان کی تعظیم و توقیر کا ترجمان ہو، ہمارا ہر عمل ان کے اسوۂ پاک کا نمونہ اور ہر حرکت و سکون ان کی سنت مطہرہ کے تابع ہو، ایک مسلمان کی مکمل زندگی سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تذکار اور اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جیتی جاگتی تصویر ہونی چاہئے۔ نہ یہ کہ دیگر اہل ادیان و ملل کی طرح ہم بھی اس نبی برحق کی یاد و تذکرہ کے لئے چند ایام کو مخصوص کرلیں اور پھر پورے سال بھولے سے بھی اس کی سیرت و اخلاق کا ذکر زبان پر نہ لائیں۔ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں زندگی کے جتنے لمحات بھی گذر جائیں وہ ہمارے لئے سعادت اور ذریعہ نجات آخرت ہیں۔

تفسیر سورۃ الانفال

آیت نمبر 12 تا 22

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد نور اللہ مرقدہ

ترجمہ:

وہ وقت جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی کے ذریعے حکم دے رہا تھا کہ: ”میں تمہارے ساتھ ہوں، اب تم مومنوں کے قدم جماؤ، میں کافروں کے دلوں میں رعب طاری کردوں گا، پھر تم گردنوں کے اوپر وار کرو، اور ان کی انگلیوں کے ہر ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ“۔ (۱۲) یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی مول لی ہے، اور اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی مول لیتا ہے تو یقیناً اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے (۱۳) یہ سب تو (اب) چکھ لو، اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کے لیے (اصل) عذاب دوزخ کا ہے (۱۴) اے ایمان والو! جب کافروں سے تمہارا آمنا سامنا ہو جائے، جب کہ وہ چڑھائی کر کے آرہے ہوں، تو ان کو پیٹھ مت دکھاؤ (۱۵) اور اگر کوئی شخص کسی جنگی چال کی وجہ سے ایسا کر رہا ہو، یا اپنی کسی جماعت سے جا ملنا چاہتا ہو، اس کی بات تو اور ہے، مگر اس کے سوا جو شخص ایسے دن اپنی پیٹھ پھیرے گا تو وہ اللہ کی طرف سے غضب لے کر لوٹے گا، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، اور بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ (۱۶) چنانچہ (مسلمانو! حقیقت میں) تم نے ان (کافروں کو) قتل نہیں کیا تھا، بلکہ انہیں اللہ نے قتل کیا تھا، اور (اے پیغمبر!) جب تم نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں، بلکہ اللہ نے پھینکی تھی، اور (تمہارے ہاتھوں یہ کام اس لیے کرایا تھا) تاکہ اس کے ذریعے اللہ مومنوں کو بہترین اجر عطا کرے۔ بیشک اللہ ہر بات کو سننے والا، ہر چیز کو جاننے والا ہے (۱۷) یہ سب کچھ تو اپنی جگہ، اس کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ اللہ کو کافروں کی ہر سازش کو کمزور کرنا تھا۔ (۱۸) (اے کافرو!) اگر تم فیصلہ چاہتے تھے، تو لو! اب فیصلہ تمہارے سامنے آگیا۔ اب اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہوگا، اور اگر تم پھر

وہی کام کروگے (جواب تک کرتے رہے ہو) تو ہم بھی پھر وہی کام کریں گے (جواب کیا ہے)۔ اور تمہارا جتھہ تمہارے کچھ کام نہیں آئے گا، چاہے وہ کتنا زیادہ ہو اور یاد رکھو کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے (۱۹) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی تابع داری کرو، اور اس (تابع داری) سے منہ نہ موڑو، جب کہ تم (اللہ اور رسول کے احکام) سن رہے ہو (۲۰) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے تو ہیں کہ ہم نے سن لیا، مگر وہ (حقیقت میں) سنتے نہیں ہیں (۲۱) یقین رکھو کہ اللہ کے نزدیک بدترین جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ (۲۲)۔

تفسیر

ومن یولھم یومئذ دبرہ الخ

یہاں دشمن کے مقابلے سے پیٹھ پھیرنے کو ہر حالت میں ناجائز قرار دیا گیا ہے، چاہے دشمن کی تعداد کتنی زیادہ ہو اور جنگ بدر کے وقت صورت حال یہی تھی۔ البتہ بعد میں اس حکم کی تفصیل اسی سورت کی آیت 65 اور 66 میں بیان فرمائی گئی ہے جس کی رو سے اب حکم یہ ہے کہ دشمن کی تعداد اگر دگنی یا اس سے کم ہو، تب تو میدان چھوڑنا حرام ہے، لیکن اگر ان کی تعداد اس سے زیادہ ہو تو میدان چھوڑنے کی اجازت ہے۔ پھر جس وقت دشمن کو پیٹھ دکھانا ناجائز ہوتا ہے، اس میں بھی اس آیت نے دو صورتوں کو مستثنیٰ رکھا ہے۔ ایک یہ کہ بعض اوقات جنگ ہی کی کسی حکمت عملی کے طور پر پیچھے ہٹنا پڑتا ہے، مقصد میدان سے بھاگنا نہیں ہوتا۔ ایسے میں پیچھے ہٹنا جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پیچھے ہٹ کر اپنی فوج کے پاس جانا اس لیے مقصود ہو کہ ان کی مدد لے کر دوبارہ حملہ کیا جائے۔ یہ صورت بھی جائز ہے۔

ومارمیت اذ رمیت الخ

جنگ بدر کے موقع پر جب دشمن پوری طاقت سے حملہ کرنے کے لیے چڑھا چلا آرہا تھا، اس وقت آنحضرت ﷺ نے اللہ کے حکم سے ایک مٹھی میں مٹی اور کنکر اٹھا کر دشمن کی طرف پھینکے تھے۔ اللہ نے وہ کنکریاں دشمن کے ہر فرد تک پہنچا دیں جو ان کی آنکھوں وغیرہ میں جا کر لگیں، اور ان سے لشکر میں افراتفری مچ گئی۔ یہ اس واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

ذلکم وأن اللہ موھن کید الکافرین الخ

یہ در حقیقت ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنی قدرت سے دشمن کو براہ راست ہلاک کر سکتا تھا، پھر اس نے مسلمانوں کو کیوں استعمال کیا، اور کنکریاں آنحضرت ﷺ کے دست مبارک سے کیوں پھنکوائیں؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ اول اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ تکوینی امور بھی کسی ظاہری سبب کے ذریعے انجام دلواتا ہے، اور یہاں مسلمانوں کو اس لیے ذریعہ بنایا گیا کہ ان کو اجر و ثواب حاصل ہو، اور دوسرے وہ کافروں کو بھی یہ دکھانا چاہتا تھا کہ جن سازشوں اور وسائل پر انہیں ناز ہے، وہ سب ان لوگوں کے ہاتھوں خاک میں مل سکتے ہیں جنہیں تم کمزور سمجھتے رہے ہو۔

ان شر الدوآب الخ

پچھلی آیت میں سننے سے مراد سمجھنا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ کافر لوگ کانوں سے تو سننے کا دعوی کرتے ہیں، مگر سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس لحاظ سے وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں، کیونکہ بے زبان جانور اگر کسی کی بات کو نہ سمجھیں تو اتنی بری بات نہیں ہے۔ ان میں یہ صلاحیت پیدا ہی نہیں کی گئی، اور نہ ان سے یہ مطالبہ ہے۔ لیکن انسانوں میں تو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کی گئی ہے، اور ان سے یہ مطالبہ بھی ہے کہ وہ سوچ کر کوئی راستہ اپنائیں۔ اگر وہ سمجھنے کی کوشش نہ کریں تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

عطیہ اشتہار

وسیم الیکٹرک اسٹور

شاہ فیصل کالونی، چورنگی نمبر ۳، کراچی 021-34597307

مشکوۃ نبوت

دنیا کی حقیقت

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد نور اللہ مرقدہ

دنیا فانی اورعقبی آنی ہے

عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ''ان اخوف ما اتخوف علی امتی الهوی وطول الامل فاما الهوی فیصد عن الحق واما طول الامل فینسی الاخرة وهذه الدنیا مرتحلة ذاهبة وهذه الاخرة مرتحلة قادمة ولکل واحد منهما بنون فان استطعتم ان لا تکونوا من بنی الدنیا فافعلوا فانکم الیوم فی دار العمل ولا حساب وانتم غدا فی الدار الاخرة و لا عمل. (رواہ البیهقی فی شعب الایمان)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اپنی امت پر جن بلاؤں کے آنے سے ڈرتا ہوں، ان میں سب سے زیادہ ڈر کی چیزیں ھوی اور طول امل ہے۔ (ھوی سے مراد یہاں یہ ہے کہ دین و مذہب کے بارے میں اپنے نفس کے رجحانات اور خیالات کی پیروی کی جائے اور طول امل یہ ہے کہ دنیوی زندگی کے بارے میں لمبی لمبی آرزوؤں کی دل میں پرورش کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دو بیماریوں کو بہت زیادہ خوفناک بتایا اور آگے اس کی وجہ یہ ارشاد فرمائی) کہ ھوی تو آدمی کے لئے قبول حق سے مانع ہوتی ہے (یعنی اپنے نفسانی رجحانات اور خیالات کی پیروی کرنے والا قبول حق اور اتباع ہدایت سے محروم رہتا ہے) اور طول امل (یعنی لمبی لمبی آرزوؤں میں دل پھنس جانا) آخرت کو بھلادیتا ہے اور اس کی فکر اور اس کے لئے تیاری سے غافل کر دیتا ہے۔ (اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ) یہ دنیا دم بہ دم چلی جارہی ہے، گزر رہی ہے۔ (کہیں اس کا ٹھہراؤ اور

مقام نہیں اور آخرت (ادھر سے) چل پڑی ہے، چلی آرہی ہے اور ان دونوں کے بچے ہیں (یعنی انسانوں میں کچھ وہ ہیں جو دنیا سے ایسی وابستگی اور رغبت رکھتے ہیں جیسے اولاد اور مال میں، حالانکہ ایسی رغبت بجائے دنیا کے آخرت سے ہونی چاہئے تھی اور کچھ وہ ہیں جو آخرت سے وابستگی اور اس کی رغبت رکھتے ہیں) پس اے لوگو! اگر تم کر سکو تو ایسا کرو کہ دنیا سے چمٹنے والے اس کے بچے نہ بنو (بلکہ اس دنیا کو دارالعمل سمجھو) تم اس وقت دارالعمل میں ہو (یہاں تمھیں صرف محنت اور کمائی کرنی ہے) اور یہاں حساب اور جزا سزا نہیں ہے اور کل تم (یہاں سے کوچ کرکے) آخرت میں پہنچ جانے والے ہو اور وہاں کوئی عمل نہ ہوگا (بلکہ یہاں کے اعمال کا حساب ہوگا اور ہر شخص اپنے کئے کا بدلہ پائے گا)۔''

دو خطرناک بیماریوں کی نشاندہی

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں امت کے بارے میں دو بڑی اور خطرناک بیماریوں کا خوف اور خطرہ ظاہر فرمایا ہے اور امت کو ان سے ڈرایا اور خبردار کیا ہے۔ ایک ھوی اور دوسری طول امل، غور سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان ہی دو بیماریوں نے امت کے بہت بڑے حصے کو برباد کیا ہے، جن لوگوں میں خیالات اور نظریات کی گمراہیاں ہیں، وہ ھوی کے مریض ہیں اور جن کے اعمال خراب ہیں وہ طول امل اور حب دنیا کے مرض میں گرفتار اور آخرت کی فکر اور تیاری سے غافل ہیں اور علاج یہی ہے جو حضور ﷺ نے اس حدیث کے آخر میں بیان فرمایا یعنی ان کے دلوں میں یہ یقین پیدا ہو کہ یہ دنیوی زندگی فانی اور صرف چند روزہ ہے اور دائمی زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے اور وہی ہمارا اصل مقام ہے۔ جب یہ یقین دلوں میں پیدا ہو جائے گا تو خیالات اور اعمال دونوں کی اصلاح آسان ہو جائے گی۔

مال کی فراوانی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ

عن عمرو بن عوف قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''فواللہ لا الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا وتھلککم کما اھلکتھم''

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

''عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم پر فقر و ناداری آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمھارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کردی جائے جیسے کہ تم

سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی۔ پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو، جیسا کہ انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا (اور اسی کے دیوانے اور متوالے ہو گئے تھے) اور پھر وہ تم کو برباد کردے، جیسے کہ اس نے ان لوگوں کو برباد کیا۔"

رسول اللہ ﷺ کے سامنے بعض گذری ہوئی قوموں اور امتوں کا یہ تجربہ تھا کہ جب ان کے پاس دنیا کی دولت بہت زیادہ آئی تو ان میں دنیوی حرص اور دولت کی رغبت وچاہت اور زیادہ بڑھ گئی اور وہ دنیا ہی کے دیوانے اور متوالے ہو گئے اور اصل مقصد زندگی کو بھلا دیا۔ پھر اس کی وجہ سے ان میں باہم حسد و بغض بھی پیدا ہوا اور بالآخر ان کی (اس دنیا پرستی نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کو اپنی امت کے بارے میں اسی کا زیادہ ڈر تھا۔ اور حدیث میں آپ ﷺ نے ازراہ شفقت امت کو اس خطرے سے آگاہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم پر فقر وناداری کے حملے کا مجھے زیادہ ڈر نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس تم میں بہت زیادہ دولت مندی آجانے سے دنیا پرستی میں مبتلا ہو کر تمھارے ہلاک وبرباد ہو جانے کا مجھے زیادہ خوف اور ڈر ہے۔

آپ ﷺ کے اس ارشاد کا مقصد و مدعا اس خوشنما فتنہ کی خطرناکی سے امت کو خبردار کرنا ہے تا کہ ایسا وقت آنے پر اس کے برے اثرات سے اپنا بچاؤ کرنے کی وہ فکر کرے۔

حب مال اور حب جاہ دین کے لئے قاتل ہیں

عن کعب بن مالک قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "ماذئبان جائعان ارسلافی غنم بافسد لها من حرص المرء على المال والشرف لدينه". (جامع ترمذی، مسند دارمی)

"حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے گئے ہوں، ان بکریوں کو اس سے زیادہ تباہ نہیں کر سکتے، جتنا تباہ آدمی کے دین کو مال کی اور عزت وجاہ کی حرص کرتی ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ حب مال اور حب جاہ آدمی کے دین کو اور اللہ کے ساتھ اس کے تعلق کو اس سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں، جتنا کہ بکریوں کے کسی ریوڑ میں چھوٹے ہوئے بھوکے بھیڑیئے ان بکریوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

کتب دلائل:

کتب شمائل کے بعد سیرت طیبہ کا اہم مصدر و ماخذ کتب دلائل ہیں، یہ وہ کتابیں ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کے معجزات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، معجزات چونکہ آپ ﷺ کی نبوت اور صداقت کی محکم اور ناقابل تردید دلیل کے طور پر ظہوپذیر ہوئے ہیں لہٰذا معجزات سے متعلق کتب کو "کتب الدلائل" یا "کتب دلائل نبوت" کہا جاتا ہے۔ ویسے تو دلائل و معجزات سے متعلقہ روایات عام کتب حدیث میں بھی ذکر کی جاتی ہیں لیکن بعض اہل علم نے علیحدہ طور پر اس عنوان سے خصوصی کتابیں تالیف کی ہیں:

ڈاکٹر مہدی رزق اللہ احمد اپنی کتاب "السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الاصلیۃ" میں تفصیلاً لکھتے ہیں:

لقد تناثر احادیث الدلائل والمعجزات فی بطون وثنایا کتب الحدیث ولکن اراد بعض العلماء ان یفردوھا بالتالیف، وضاع معظمھا ولم یسلم من ذلک سویاالنذرالیسیر ، واشھرھا! دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبھانی، ودلائل النبوۃ للحافظ احمد بن الحسین البیھقی ۔ وعلی الرغم من ان عنوان کتاب البیھقی یشیر الی ان مضمون الکتاب فی الدلائل ، الا ان الحقیقہ غیر ذلک ، اذ ان الکتاب فیہ کل شی استطاع ان یجمعہ مولفہ عن سیرۃ الرسول ﷺ وقدطبع فی سبع مجلدات بتحقیق الدکتور عبد المعطی قلعجی۔ وھو من

انفس الکتب فی السیرۃ عامہ والدلائل خاصہ'فقد استفاد مؤلفہ من مؤلفات سابقیہ فی الحدیث فجاء مصدرا ومرجعا لا یستغنی عنہ ای باحث فی السیرۃ.

ترجمہ: دلائل معجزات کی احادیث عام کتب حدیث کے ضمن میں بکھری ہوئی ہیں لیکن بعض علماء نے علیحدہ طور پر اس عنوان سے خصوصی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں اس سلسلے کی بہت سی کتابیں ضائع ہو چکی ہیں اور محفوظ نہ رہ سکیں سوائے محدود مقدار کے،اس سلسلے کی سب سے مشہور کتابیں ابو نعیم اصبھانی کی "دلائل النبوۃ" اور حافظ احمد بن حسین بیہقی رحمہ اللہ کی "دلائل النبوۃ" ہیں۔ امام بیہقی کی کتاب کے نام سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں صرف معجزات کا تذکرہ ہوگا مگر درحقیقت مصنف رحمہ اللہ اس کتاب میں سیرت نبوی سے متعلق جتنا مواد جمع کر سکتے تھے کر دیا ہے یہ کتاب سات جلدوں میں ڈاکٹر عبد المعطی قلعجی کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے، یہ عام طور پر سیرت اور خاص طور پر دلائل کے موضوع پر سب سے نفیس کتاب ہے۔ چونکہ مصنف نے سابقہ تمام کتب حدیث سے استفادے کے بعد یہ کتاب لکھی ہے اس لیے یہ ایک ایسے مرجع و مصدر کی حیثیت رکھتی ہے کہ سیرت میں تحقیق کرنے والا کوئی محقق اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

دلائل پر لکھی گئی چند کتابیں:

- ❖ دلائل النبوۃ از محمد بن یوسف الفریابی۔ م212ھ۔ یہ اس موضوع پر پہلی مستقل تصنیف سمجھی جاتی ہے۔
- ❖ علی بن المدینی (م255ھ) کی کتاب آیات النبی ﷺ۔
- ❖ اعلام النبوۃ از داؤد بن علی اصفہانی (م275ھ)
- ❖ اعلام رسول اللہ ﷺ از ابن قتیبہ (م276ھ)
- ❖ اعلم النبوۃ از ابن ابی حاتم (م327ھ)

- ابوبکر ابن ابی الدنیا۔(م281ھ)کی کتاب
- ابو عبداللہ بن مندہ(م395ھ)کی کتاب
- ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی 435ھ کی دلائل النبوۃ
- قاضی عبد الجبار معتزلی م415ھ کی کتاب تثبیت دلائل النبوۃ، جواب طبع ہو چکی ہے۔
- ابوالعباس المستغفری م432ھ کی کتاب۔
- دلائل النبوۃ للبیہقی 458ھ مشہور کتاب ہے۔ محدث شہیر حافظ ذہبی اس کتاب کے مداح ہیں۔ کتاب میں صحیح، حسن اور موضوع روایات بھی ہیں۔
- اعلام النبوۃ للماوردی م450ھ۔یہ کتاب مطبوع ہے۔
- ابوالقاسم اسماعیل اصفہانی 535ھ کی کتاب۔
- خصائص افضل المخلوقین از عمر بن علی الملقن م804ھ۔
- الخصائص الکبری از جلال الدین سیوطی 911ھ۔یہ کتاب مطبوعہ ہے۔ سیرت کے مختلف گوشوں ،دلائل اور شمائل پر مشتمل ہے۔

نکاح

کے لیے لڑکی کی تلاش کے لیے شرعی ہدایات

مفتی محمد راشد ڈسکوی

"شادی کا موضوع" ہمارے معاشرے کا وہ سلگتا موضوع ہے کہ ہم میں سے ہر فرد اس کی آگ میں سلگ رہا ہے لیکن اس کے باوجود ہم میں سے ہر کوئی اس میں مبتلا ہے، برا سمجھتے ہیں لیکن گویا کہ ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، اور ہم خود کار طریقے سے بہتے ہی چلے جارہے ہیں، از خود شادی کو سادی کرنا چاہتے ہیں لیکن ارد گرد کا ماحول اور معاشرہ اس راستے میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ اس لیے ہم سب کو اور بالخصوص ہمارے بڑوں کو اس میدان میں آگے بڑھنا ہو گا، ہمت کرنی ہوگی تب کام چلے گا۔ باپ محض یہ سوچ کر نہ بیٹھا رہے کہ چلو بچے ہیں، یہ خوشیاں بار بار تو نہیں ملتی، کر لینے دو، اور بچے یہ سوچ کر کہ بڑے نہیں روک رہے تو اس لیے چلنے دیں وغیرہ وغیرہ۔

ایسے میں ان ناجائز معاشرتی رسوم ورواج سے نکلنے کا راستہ ایمانی غیرت ہے اور صحابہ کی اتباع میں چلنے کا جذبہ ہے، اس کے لیے اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی سامنے ہونا ضروری ہے، کہ ان کی شادیاں کیسے ہوئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف روایات کے مطابق گیارہ ازواج کے نام ملتے ہیں۔ جن عورتوں سے آپ ﷺ نے عقد فرمایا ان کی تعداد گیارہ تھی۔ جن میں سے نو عورتیں آپ ﷺ کی رحلت کے وقت حیات تھیں۔ اور دو عورتیں آپ ﷺ کی زندگی ہی میں وفات پا چکی تھیں۔ (یعنی حضرت خدیجہ اور ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما) ان کے علاوہ مزید دو عورتیں ہیں جن کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ کا ان سے عقد ہوا تھا یا نہیں، لیکن اس پر اتفاق ہے کہ انہیں آپ ﷺ کے پاس رخصت نہیں کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کی ازواج میں زیادہ تر پہلے بیوہ تھیں اور عمر میں بھی زیادہ تھیں اور زیادہ شادیوں کا عرب میں عام رواج تھا۔ مؤرخین کے مطابق اکثر شادیاں مختلف قبائل سے اتحاد کے لیے یا ان خواتین کو عزت دینے کے لیے کی گئیں۔ ان میں سے اکثر سن رسیدہ تھیں اس لیے

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر کثرت ازدواج کا الزام لگانے والوں کی دلیلیں ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے صرف حضرت خدیجہ اور حضرت ماریہ قبطیہ سے اولاد ہوئی۔

الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شادیوں کے احوال ہمارے سامنے ہوں، گھروں میں ان کا تذکرہ عام ہو، اور اللہ سے دعا ہو تو ان شاء اللہ ان رسوم ورواج سے نکلنا ممکن ہو جائے گا۔

ان معاشرتی بیماریوں کی اصلاح کے لیے میدان میں آنے کے کچھ مراحل ہیں، درجات ہیں، ان کے مطابق ہمیں قدم اٹھانا ہوگا، مثلاً اگر اپنی شادی ہے تو پھر سب کچھ، سو فیصد درست ہو سکتا ہے، اس لیے کہ شادی آپ کی ہے، اگر آپ کا ایک فیصلہ، آپ کی ایک دھمکی چل جائے گی کہ میں نے شادی کروانی ہی نہیں تو اس کے سامنے سب کو جھکنا ہی پڑے گا۔ دوسروں کی شادی ہے تو پھر انہیں حکمت وبصیرت کے ساتھ موقع ومحل دیکھ کر ترغیب دیں اور اگر وہ نہ مانیں تو پھر آپ کے لیے ایسی مجالس میں عدم شرکت کا حکم ہے۔

اور یہ بات بھی سامنے رہے کہ سب خرابیاں یک بارگی دور نہیں ہوں گی بلکہ دھیرے دھیرے ہی یہ سب کچھ ممکن ہو سکے گا، لیکن قدم ضرور اٹھایا جائے۔ اللہ سے دعا کریں کہ اے اللہ! عمل کی توفیق بھی تو نے ہی دینی ہے اور ماحول کو بھی موافق تو نے ہی کرنا ہے۔ تو ان شاء اللہ اللہ کی مدد آئے گی۔

رسومات کی اصلاح سے متعلق عمومی شرائط

یہ بات بالکل درست ہے کہ ہر رسم بری اور ناجائز نہیں ہوتی، بلکہ جو رسم شریعت سے ٹکراتی ہو وہ ناجائز ہوتی ہے۔ رسومات سے متعلق چند عمومی باتیں سامنے رکھ لی جائیں تو شادی سے متعلق عمومی اصلاح کا علم ہو جائے گا:

- ❖ شادی کی کسی بھی تقریب میں، مختلف مراحل میں تصاویر اور مووی نہیں بنی چاہیے۔
- ❖ مجالس میں بے پردگی نہیں ہونی چاہیے۔
- ❖ شادی کی تقریبات کے کسی بھی مرحلے میں اختلاط مرد وزن نہیں ہونا چاہیے۔
- ❖ شادی کے مختلف مراحل میں پیسوں یا اشیاء کا لین دین جبری اور دل کی ناخوشی کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے۔
- ❖ لین دین میں بدلے کی نیت سے نہیں ہونی چاہیے۔

- لین و دین میں ریاکاری نہیں ہونی چاہیے۔
- کھانے پینے اور دیگر تمام چیزوں میں اسراف نہیں ہونا چاہیے۔
- اشیاء کا ضیاع نہیں ہونا چاہیے۔
- شادی کے معاملات کے لیے قرض اور بالخصوص سودی قرض تو کسی صورت میں نہ لیا جائے۔

آج کی اس تحریر کا موضوع ہے کہ شادی کرنے کے لیے شریعت نے کس قسم کی لڑکی اور کن صفات کی لڑکی تلاش کرنے کا حکم دیا ہے، یہ عمل شادی کا سب سے پہلا مرحلہ ہے، اس کے ساتھ ہم قدم بقدم آگے بڑھتے رہیں گے، ان شاء اللہ۔

شرعاً لڑکی میں کون سی صفات مطلوب ہیں؟

عن أبیهریرة عن النبي ﷺ قال: ''تنکح المراة لأربع: لمالها ولحسبها وجمالها ولدینها. فاظفر بذات الدین تربت یداک''.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عورت سے چار چیزوں کے باعث نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال، اس کے حسب و نسب، اس کے حسن و جمال اور اس کے دین کی وجہ سے، تیرے ہاتھ گرد آلودہ ہوں، تو دیندار کو حاصل کر کے کامیاب ہو جا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4802)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ما استفاد المؤمن بعد تقوى الله خيرا له من زوجة صالحة إن أمرها أطاعته، وإن نظر إليها سرته، وإن أقسم عليها أبرته، وإن غاب عنها نصحته في نفسها وماله''.

ترجمہ: مومن اللہ کے تقویٰ کے بعد جو اپنے لیے بہتر تلاش کرے وہ نیک بیوی ہے کہ اگر اسے حکم دے تو اطاعت کرے، اس کی جانب دیکھے تو خوش ہو، اگر وہ کسی بات کے کرنے پر قسم کھالے تو اسے

پوری کر دے۔ اگر شوہر کہیں چلا جائے تو اس کی غیر موجودگی میں اپنی جان اور اس کے مال کی نگہبانی کرے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 1857)

یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إذا جآء كم من ترضون أمانته وخلقه فانكحوه كائنا من كان، فإن لا تفعلوا تكن فتنة في الأرض و فساد كبير، أو قال: عريض".

ترجمہ: جب تمہارے پاس ایسے شخص کے نکاح کا پیغام آئے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے نکاح کر دو، خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت زیادہ فساد اور فتنہ پھیلے گا۔ (المصنف لابن عبد الرزاق)

الغرض قرآن پاک اور بہت ساری احادیث کی روشنی میں خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے جس بیوی کا انتخاب ہونا چاہیے، وہ محصنه (یعنی: پاکدامن، شریف اور گھر کی چار دیواری میں رہنے والی، بدکاری سے بچنے والی)، ولا متخذات اخدان (یعنی: مردوں سے دوستیاں نہ لگانے والی) صالحه (یعنی: ایمان واعمال والی) قانتة (ہر حال میں اللہ سے راضی رہنے والی) حافظه (اپنی اور اپنے شوہر کی عزت، مال اور جان کی حفاظت کرنے والی) الودود الولود (خوب محبت کرنے والی، اور خوب اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت والی) باكره (کنواری)

"عليكم بالأبكار، فإنهن أعذب أفواها، وأنتق أرحاما، وأرضى باليسير".

(السنن لابن ماجه)۔

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں مذکور ان صفات سے ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ والدین کو چاہیے کہ اپنی بچیوں کی تربیت اس نہج پر کریں کہ ان کے اندر یہ صفات پیدا ہو سکیں۔ اس کے لیے گھر کا ماحول دینی بنانا ہو گا، گھر میں تعلیم کی فضا قائم کی جائے، بچیوں کو مدارس دینیہ میں بھیجا جائے، اور ممکن ہو تو محرم مردوں کے ساتھ جماعتوں میں لے کر نکلا جائے۔

لڑکی دیکھنے کے بہانے دعوتیں کھاتے رہنا اور رشتہ رد کرتے رہنا:

جب کسی کے گھر رشتہ کی طلب میں جانا ہو تو پہلے استخارہ کرلیں، اور اس کے بعد اس لڑکی کے جاننے والوں سے اس کے بارے میں، اس کے اخلاق، دینداری، چال چلن کے بارے میں معلومات کرلیں، اگر اتنے میں تسلی ہو جائے تو اپنی والدہ، بڑی بہن، بھابھی وغیرہ کو لڑکی دیکھنے کے لیے بھیج دیں، اس موقع پر لمبے چوڑے کھانوں اور تحفے تحائف لینے دینے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ یہ موقع بہت نازک ہوتا ہے، ہر جوان لڑکی اور اس کے والدین آنے والے رشتوں پر بڑے پر امید ہوتے ہیں، اس لیے کسی کے گھر رشتہ دیکھنے چلے جانا اور پھر انکار کر دینا بہت نازک مرحلہ ہوتا ہے، اگلوں کے احساسات اور جذبات کو سامنے رکھتے ہوئے رشتہ پسند یا ناپسند ہونے کی صورت میں طریقے سے بر وقت اطلاع دے دیں۔

پسند نہ آنے کی صورت میں ہر مجلس میں اس کے اور اس کے اہل خانہ کے عیوب اچھالتے رہنا:

یہ بھی بہت بڑا مسئلہ ہے اگر رشتہ پسند نہ آیا ہو تو پھر اپنی صفائی دیتے ہوئے ”وہ ایسی تھی، اس کے گھر والے ایسے تھے،“ وغیرہ وغیرہ باتیں ہر مجلس میں کر کے ان پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے۔ یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے، اس سے بچنے کی ضرورت ہے، معقول طریقے سے دوسروں کے پوچھنے پر بتا دیا جائے کہ ادھر ترتیب نہیں بن پائی وغیرہ۔

لڑکی کو ایک نظر دیکھنا:

جس لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا جا رہا ہو اور واقعۃً اس سے نکاح کا ارادہ بھی ہو تو اس کو ایک نظر دیکھنا جائز ہے، (فانکحوا ما طاب لکم من لنساء) سے اشارۃ اور احادیث مبارکہ سے صراحۃ اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے، البتہ دیکھنے کے لیے شرعاً کوئی طریقہ مقرر نہیں، شرم و حیاء کے دائرہ میں رہتے ہوئے کوئی بھی مناسب صورت اختیار کی جا سکتی ہے۔

لیکن یہ بات واضح رہے کہ لڑکی کو ایک نظر دیکھنا مرد کا حق لازم نہیں، لہٰذا اگر وہ شخص صاف صاف دیکھنے کا مطالبہ کرے، لیکن عورت کے گھر والے نہ دکھلانا چاہیں، تو اس میں مرد کی حق تلفی نہیں؛ لہٰذا اگر لڑکی والوں کی رضامندی سے

لڑکی کو ایک نظر دیکھنا ممکن ہو تو دیکھ لیا جائے، ورنہ مرد کے گھر کی تجربہ کار عورتیں لڑکی کو دیکھ لیں، اس کی کیفیت اس کو بتادیں پھر اگر اسے اطمینان ہو تو نکاح کرلے اور اگر شرح صدر نہ ہو تو نکاح سے معذرت بھی کرسکتا ہے۔

واضح رہے کہ شریعت نے کچھ مصالح کے پیشِ نظر پیغام نکاح دینے والے کے لیے عورت کو ایک نظر دیکھنے کی اجازت دی ہے، لیکن اس کے لیے خصوصی اہتمام کرنا جیسے مجلس قائم کرنا اور لڑکی کو خوب بناؤ سنگھار کرا کر لڑکے والوں کو دکھانا جیسا کہ آج کل بعض جگہ ہوتا ہے، درست نہیں، اس سے اجتناب ضروری ہے۔ تاہم ایسی صورت میں اگر عورت معمولی زیب وزینت کرلے جیسا کہ عام طور پر گھروں میں خواتین کرتی ہیں تو اس حد تک گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

نیز! اس مقصد کے لیے لڑکی کی تصویر لڑکے کو یا اس کے گھر والوں کو دینا مناسب نہیں ہے، کیونکہ تصویر دینے میں لڑکے کا ایک سے زائد بار بلا ضرورت دیکھنے اور دیگر غیر محارم کے دیکھنے کا احتمال ہے، لہٰذا عام حالات میں لڑکے والوں کا تصویر کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔

اگر لڑکا دوسرے ملک میں رہتا ہو تو عام حالات میں لڑکی والوں کو یہ مناسب نہیں ہے کہ لڑکی کی تصویر اسے ارسال کریں، تاہم اگر اسکائپ وغیرہ پر اس کو ایک نظر دکھائیں تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور ایسی صورت میں اگر لڑکے کی رشتہ دار خواتین لڑکی کے گھر آکر دیکھیں تو یہ سب سے بہتر ہے۔

کزن میرج اور قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنا

قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنا فی نفسہ جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، رہا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اس طرح کی شادیوں میں ازدواجی زندگی اچھی ثابت نہیں ہوتی تو یہ بات تجربہ سے تعلق رکھتی ہے، اور تجربات مختلف ہوتے رہتے ہیں، اس لیے محض تجربات کی بنا پر کوئی شرعی حکم نہیں ہوتا، لہٰذا کزن سے نکاح کرنا جائز ہے اور اگر کوئی ایسے نکاح سے مصلحۃً گریز کرے تو وہ بھی شرعاً قابلِ ملامت نہیں۔

لڑکی/لڑکے کے بارے میں مشاورت کرنا

جس لڑکی یا لڑکے کے ساتھ اپنے بچے یا بچی کا رشتہ کرنا مطلوب ہو تو اوپر مذکور صفات کی تحقیق اور تلاش کی خاطر اس کے متعلقین سے مشورہ کر لینا چاہیے، یہ مسنون ہے، اور جس سے مشورہ طلب کیا جائے، وہ امین ہوتا ہے، اس کے لیے بھی خیر خواہی کے ساتھ جو کچھ اسے حقیقی معلومات ہوں وہ بتا دینی چاہیے۔

اسی طرح اگر ایک سے زیادہ رشتے سامنے ہوں تو بھی مشورہ کر لینا چاہیے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے شوہر نے طلاق دی تو حضرت معاویہ اور ابوالجہم رضی اللہ عنہما نے نکاح کا پیغام بھیجا، ایک طلاق یافتہ عورت کی طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے قریشی سردار ابن سردار اور حضرت ابوالجہم رضی اللہ عنہ بیک وقت دو شخصیات نکاح کا پیغام بھیج رہے ہیں، حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا: کہ "أما معاويه فصعلوك"، یعنی: معاویہ انتہائی فقیر و مسکین ہیں، لہٰذا ان سے نکاح نہ کرو اور رہے ابوالجہم "فلایضع عصاه عن عاتقه" تو وہ ایسی سخت طبیعت کے ہیں کہ ان کی لاٹھی ان کے کندے سے کبھی نہیں اترتی، لہٰذا ان دونوں کو چھوڑ کر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کرو۔

پسند کی شادی

اسلام ایک معتدل شریعت ہے اس کے تمام احکام افراط و تفریط سے پاک انسان کے فطری جذبات و خواہشات کی رعایت کے ساتھ تعدی اور حد سے تجاوز کی ممانعت کے اصول پر دائر ہیں، اس لیے جب ایک طرف انسان کو ناجائز شہوت رانی سے سختی سے منع کیا گیا تو ضروری تھا کہ فطری جذبات و خواہشات کی رعایت سے اس کا کوئی جائز اور صحیح طریقہ بھی بتلایا جاتا، اس کے علاوہ بقاء نسل کا عقلی اور شرعی تقاضا بھی یہی ہے کہ کچھ حدود کے اندر رہ کر مرد و عورت کے اختلاط کی کوئی صورت تجویز کی جائے اسی کا نام قرآن و سنت کی اصطلاح میں نکاح ہے۔ نکاح کے معاملہ میں شریعت نے مرد و عورت کو پسند اور ناپسند کا پورا اختیار دیا اور اولیاء کو جبر و سختی سے کام لینے سے منع کیا اور دوسری طرف مرد و عورت کو بھی ترغیب دی کہ وہ اولیاء کو اعتماد میں لے کر کوئی بھی قدم اٹھائیں۔

پسند کی شادی کا مطلب اگر یہ لیا جائے کہ کوئی لڑکی ایسی ہے جس کو آپ چاہتے اور محبت کرتے ہیں، اس سے بات چیت، چیٹنگ اور ملاقات کرتے ہیں تو شادی سے پہلے ایسا کرنا ناجائز ہے، البتہ اگر رشتہ دینداری کے اعتبار سے ٹھیک لگتا ہو اور دونوں کے گھر والے راضی ہوں تو جلد نکاح کر لینا چاہیے، اگر ہر لڑکے کو لڑکی کے انتخاب اور ہر لڑکی کو لڑکے کے انتخاب کی کھلی چھٹی دے دی جائے تو اس سے اس قدر قبیح نتائج بر آمد ہوں گے کہ ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور پھر خاندانی نظام جو کہ معاشرے کی مضبوطی اور پاکیزگی کا ضامن ہوتا ہے درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ عموماً پسند کی شادی میں وقتی جذبات محرک بنتے ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ ان جذبات اور پسندیدگی میں کمی آنے لگتی ہے، نتیجۃً ایسی شادیاں ناکام ہو جاتی ہیں اور علیحدگی کی نوبت آجاتی ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں خاندانوں اور رشتوں کی جانچ پرکھ کا تجربہ رکھنے والے والدین اور خاندان کے بزرگوں کے کرائے ہوئے رشتے زیادہ پائیدار ثابت ہوتے ہیں۔ اور بالعموم شریف گھرانوں کا یہی طریقہ کار ہے، ایسے رشتوں میں وقتی ناپسندیدگی عموماً گہری پسند میں بدل جایا کرتی ہے؛ اس لیے مسلمان بچوں اور بچیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ذمہ کوئی بوجھ اٹھانے کے بجائے اپنے بڑوں پر اعتماد کریں، ان کی رضامندی کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھائیں۔

البتہ عاقل بالغ مرد اور عورت کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ اپنی پسند اور مرضی سے نکاح کرے؛ اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ اولاد کی چاہت معلوم کر کے اس کا لحاظ رکھیں۔ بہر حال اگر کہیں کوئی اس قسم کی صورت میں مبتلا ہو تو وہ اس سے فی الفور رابطے ختم کرے، اور والدین کو مناسب طریقے سے اپنی چاہت بتانے کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا واستخارہ جاری رکھے، اور "یا ودود" کثرت سے پڑھے اور آخر میں دیئے گئے وظائف اور دعائیں مانگنا شروع کرے۔

شادی کے لیے استخارہ

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی حاجت ہو وہ خود استخارہ کرے، دوسروں سے کروانے کی گنجائش ہے، لیکن یہ بہتر اور مسنون نہیں ہے، نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو استخارہ کا طریقہ اس اہتمام سے تعلیم فرماتے تھے جیسے قرآن کریم کی سورت یا آیت۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے بھی یہ بات معلوم ہوتی

ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ سے اپنے امور میں مشورہ تو لیتے تھے، لیکن آپ ﷺ سے "استخارہ" نہیں کرواتے تھے، حالاں کہ نبی کریم ﷺ سے مقدس وبرگزیدہ کوئی فرد بشر نہیں ہوسکتا، نیز اس وقت وحی بھی نازل ہوتی تھی جس کی روشنی میں خیر وشر یقینی طور پر معلوم ہوسکتا تھا، لیکن نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واسطے سے آنے والی پوری امت کی تربیت اس نہج پر فرمائی کہ ہر فرد امت اللہ تعالیٰ سے خود تعلق قائم کرے، اور مہربان رب سے ہر شخص اپنی حاجت مانگنے کے ساتھ خود ہی خیر کا خواست گار ہو۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے استخارہ کیا وہ کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوا، اور جس نے (کسی سمجھ دار سے) مشورہ کیا وہ کبھی پشیمان و پچھتایا نہیں، اور جس نے خرچ میں میانہ روی اختیار کی وہ کبھی محتاج نہیں ہوا"۔

عن أنس قال: لما انقضت عدة زينب، قال رسول الله ﷺ لزيد: اذهب فاذكرها على. قال: فانطلق حتى أتاها، قال: فقلت: يا زينب! أبشري، أرسلني رسول الله ﷺ يذكرك. قالت: ما أنا بصانعة شيئا حتى أؤامر ربي عز وجل، فقامت إلى مسجدها، ونزل يعني القرآن (فلما قضى زيد منها وطرا زوجنا كها)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہا کو ان کے پاس بھیجا کہ جاکر انہیں میرے لیے رشتہ کا پیغام دو۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں گیا اور میں نے کہا: زینب خوش ہو جاو! رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہارے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا: میں کچھ نہیں کرنے کی، جب تک میں اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں، (یہ کہہ کر) وہ اپنے مصلی پر (صلاۃ استخارہ پڑھنے) کھڑی ہو گئیں، (ادھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا نکاح ان سے آسمان پر ہی کر دیا)، اور قرآن نازل ہو گیا: (فلما قضی زید منہا وطرا زوجناکہا)۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس قصہ سے اندازہ کر لیا جائے کہ پیغام جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف سے آرہا ہے لیکن اس کے باوجود استخارہ کا عمل نہیں چھوڑا، باوجود یکہ اس رشتہ میں خیر ہی خیر بالیقین تھی۔

اسی کی برکت ہو سکتی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فخر سے فرمایا کرتی تھیں کہ میرا نکاح تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کیا ہے۔

(فکانت زینب تفخر علی ازواج النبی تقول؛ زوجکن اہلکن، وزوجنی اللہ من فوق سبع سماوات)۔

بہرحال ذیل میں آپ کی سہولت کے لیے استخارہ کا طریقہ درج کیا جاتا ہے،اس کے مطابق آپ خود اپنی حاجت کے لیے استخارہ کر سکتے ہیں۔

استخارہ کی مسنون دعا

"اللهم انی أستخیرک بعلمک ، و أستقدرک بقدرتک ، و أسألک من فضلک العظیم ، فانک تقدر و لا أقدر ، و تعلم ولا أعلم ، و أنت علام الغیوب اللهم ان کنت تعلم أن هذا الأمر خیر لی فی دینی و معاشی و عاقبة أمری و عاجله و اجله ، فاقدره لی ، و یسره لی ، ثم بارک لی فیه و ان کنت تعلم أن هذا الأمر شر لی فی دینی و معاشی و عاقبة أمری و عاجله و اجله ، فاصرفه عنی واصرفنی عنه ، واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی به۔"

استخارہ کا مسنون طریقہ

استخارہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دن رات میں کسی بھی وقت بشرطیکہ وہ نفل کی ادائیگی کا مکروہ وقت نہ ہو دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھیں،نیت یہ ہو کہ میرے سامنے یہ معاملہ یا مسئلہ ہے،اس میں جو راستہ میرے حق میں بہتر ہو،اللہ تعالی اس کا فیصلہ فرمادیں۔ سلام پھیر کر نماز کے بعد استخارہ کی مسنون دعا مانگیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے۔

- دعا کرتے وقت جب ''ہذا الامر'' پر پہنچے تو اگر عربی جانتا ہے تو اس جگہ اپنی حاجت کا تذکرہ کرے،یعنی: ''ہذا الامر''کی جگہ اپنے کام کا نام لے،مثلاً: ''ہذا السفر''یا '' ہذا النکاح ''یا ''ہذہ

التجارۃ''یا''ہذا البیع ''کہے،اور اگر عربی نہیں جانتا تو''ہذا الامر ''کہہ کر دل میں اپنے اس کام کے بارے میں سوچے جس کے لیے استخارہ کر رہا ہے۔

- استخارے کے بعد جس طرف دل مائل ہو وہ کام کر لے۔
- اگرایک دفعہ میں قلبی اطمینان حاصل نہ ہو تو سات دن تک یہی عمل دہرائے،ان شاء اللہ خیر ہو گی۔
- استخارہ کے لیے کوئی وقت خاص نہیں،البتہ بہتر یہ ہے کہ رات میں سونے سے پہلے جب یکسوئی کاماحول ہو تو استخارہ کر کے سوجائے، لیکن خواب آنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات قلبی رجحان اور اطمینان ہے۔ اور استخارہ کر لینے کے بعد قلبی رجحان کے باوجود بھی اگر مصالح دوسری جانب ہوں تو اس کو ترجیح دے۔
- خلاصہ یہ کہ استخارے کی حقیقت فقط دعا ہے جس سے مقصود اعانت علی الخیر ہے،نہ کہ خبر معلوم کرنا۔
- استخارہ خالی الذہن کرنا ہوتا ہے،ورنہ جو خیالات دماغ میں بھرے ہوتے ہیں،اسی جانب دل کا میلان ہوتا ہے۔
- استخارہ ایسے معاملہ میں ہوتا ہے جس میں نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہو،اور جن چیزوں کا عادۃ وشرعاً نقصان دہ ہونا ہی یقینی ہو ان میں استخارہ مشروع نہیں ہے۔
- استخارے کے لیے نہ رات کا ہونا ضروری ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد سویا جائے،نہ نفل پڑھنا ضروری ہے، بس دعا پڑھ کے کچھ دیر دل کی طرف متوجہ ہو جانا کافی ہے۔
- استخارہ ارادہ کر لینے سے پہلے ہوتا ہے یہ نہیں کہ کسی کام کا ارادہ بھی کر لیا اور پھر برائے نام استخارہ بھی کر لیا۔
- استخارے کی ایک مختصر دعا:" اللھم خر لی واختر لی" بھی ہے،اس دعا کو بھی کثرت سے پڑھتے رہنا چاہیے۔ بالخصوص ایسے وقت جب استخارہ کی دعا اور نفل پڑھنے کا وقت نہ ہو اور فوری فیصلہ کرنا ہو۔

شادی اور نیک بیوی واولاد کے لیے ادعیہ مسنونہ

فرض نمازوں کے بعد درج ذیل دعا مانگا کریں:

"ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما"۔

اور وہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا دے۔

"اللهم إنی أسألک من صالح ما تؤتی الناس من المال والأهل والولد، غير الضال ولا المضل ."

اے اللہ! میں تجھ سے بھلائی مانگتا ہوں اس چیز کی جو تو لوگوں کو دیتا ہے یعنی اہل، مال، اولاد کہ نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کریں۔

"اللهم بارک لنا فی اسماعنا وابصارنا وقلوبنا وازواجنا وذریاتنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم ."

اے اللہ! ہمارے کان، آنکھوں، دلوں، گھر والیوں اور اولادوں میں برکت عطا فرما، اور ہماری توبہ قبول فرما، بیشک آپ توبہ قبول فرمانے والے نہایت مہربان ہیں۔

"اللهم انی اعوذبک من زوج تشیبنی قبل المشیب، و من ولد یکون علی ربا، و من مال یکون علی عذابا."

اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں ایسی بیوی سے جو مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دے اور ایسی اولاد سے جو میرا آقا بن بیٹھے اور ایسے مال سے جو میرے لیے باعث عذاب بن جائے۔

"رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضه، واصلح لی فی ذریتی، انی تبت الیک وانی من المسلمین."

اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائیں، اور ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے، اور میری اولاد کو بھی نیک بنا کر مجھے سکھ دے، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں تیرے فرماں بردار بندوں میں سے ہوں۔

نمونہ اسلاف محبوب العلماء والصلحاء!!!

ابن عیسی دوست محمد البلوشی

؎کئی دماغوں کا ایک انسان میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے قلم کی عظمت اجڑ گئی ہے زبان کا زور بیاں گیا ہے
اتر گئے منزلوں کے چہرے امیر کیا کارواں گیا ہے مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

کسی بھی چیز کے کھوجانے سے خاص طور پر کسی قریبی انسان کی موت کے بعد انسان غم کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے، یہ تمام مراحل اپنا وقت لیتے ہیں، لہذا اس کو اتنی جلدی سے دور نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی بھلایا جاسکتا ہے، ہم عموماً زیادہ دکھی تب ہوتے ہیں جب کسی ایسے شخص کو کھودیں جسے ہم کچھ عرصہ سے جانتے ہوں، اور جب اس شخصیت سے کوئی روحانی تعلق ہو تب تو اسے بھلانا کارے دارد، ایسے ہی شخصیات میں سے ہمارے استاذ: استاذ الاساتذہ، شیخ المشایخ، جامع المعقول والمنقول، عالم با عمل، استاذ العلماء، ولی کامل حضرت اقدس شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یاسین صابر صاحب—رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ—تھے۔

انسان کو زندگی میں ہر طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، اچھے لوگوں سے بھی اور برے لوگوں سے بھی، اچھے لوگ چمنستان زندگی کا حسن ہیں؛ لیکن ان میں سے بعض شخصیتیں ایسی ہوا کرتی ہیں، کہ ان کی شخصیت دل و دماغ پر نقش ہوجاتی ہے، وہ قدم قدم پر انسان کو اپنا راہنما معلوم ہوتے ہیں، اور یوں لگنے لگتا ہے کہ گویا انہیں کے بدولت زندگی میں نکھار پیدا ہوتا جارہا ہے، الغرض مختلف لوگوں میں مختلف خوبیاں ہوا کرتی ہیں، انہی سے انسانی زندگی عبارت ہے اور انسانی زندگی میں دلکشی اور خوبصورتی ہے، اور اسی وجہ سے زندگی سے پیار کرنے کو جی کرتا ہے۔

؎گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن اے ذوق! اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یاسین صابر صاحب رحمہ اللہ ایسی ہی نابغہ روزگار شخصیت تھے، وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے، لیکن وہ ہمارے دلوں میں زندہ ہیں، وہ علم وفضل کی ایسی مشعل تھے جس کی روشنی میں منزلیں طے ہوتی ہیں اور زندگی کی شاہراہ منور رہتی ہے، اور ان کی یادوں کے دیپ ہر پل فروزاں رہتے ہیں۔

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ یقینا ہمہ جہت و ہمہ گیر شخصیات میں سے تھے، ان جیسی جامع الکمالات ہستیاں بہت کم کم ہی پیدا ہوتی ہیں، حضرت شیخ صحیح معنوں میں وارث انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام تھے، درس و تدریس آپ کا مشغلہ تھا ہمیشہ اسی میں مصروف رہتے تھے، چناچہ آپ ایک طویل عرصہ تک طالبان علوم نبوت کی علمی تشنگی کو دور کرنے میں مصروف عمل رہے، بلاشبہ آپ سے علم حدیث پڑھنے والے طلبہ ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے، راقم نے عرصہ چار سال تک جامعہ میں حضرت الاستاذ کے لیل و نہار کی مختلف مواقع پر آپ کے اعمال واقوال کا مشاہدہ کیا۔

حضرت انتہائی کریمانہ اخلاق کے مالک تھے، ان کا نرم لہجہ اور خوش اخلاق گفتگو ابھی تک کانوں میں گونجتی ہے، حضرت کی طبیعت میں وقار اور سنجیدگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی بہت ہی حلیم اور بردبار طبیعت کے مالک تھے ایسے لگتا تھا کہ گویا حضرت الاستاذ بالکل اس حدیث مبارکہ کے مصداق تھے جس میں اللہ کے نبی ﷺ نے اشج عبد القیس (منذر بن عائذ[1]) کو دو خصلتوں کی بشارت دی تھی، چناچہ حدیث پیش خدمت ہے:

قال الامام مسلم – رحمه الله: "حدثني عبيدالله بن معاذ. قال: حدثنا أبي، قال: وحدثنا نصر بن علي الجهضمي، قال: أخبرني أبي، قالا – جميعا حدثنا قرة بن خالد، عن أبي جمرة، عن ابن عباس، عن النبي – صلى الله عليه وسلم... «بهذا الحديث نحو حديث شعبة»، وقال: ''أنهاكم عما ينبذ في الدباء، والنقير، والحنتم، والمزفت، وزاد ابن معاذ في حديثه عن أبيه، قال: وقال رسول الله – صلى الله عليه وسلم: للأشج – أشج عبد القيس: "إن فيك لخصلتين يحبهما الله: الحلم والأناة".[2]

---

(1) ان کے نام میں اختلاف ہے مگر © المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج للنووي، [ت: 676هـ] ® کے مطابق راجح قول یہی ہے کہ ان کا نام منذر بن عائذ تھا۔

(2) صحيح مسلم: كتاب الإيمان، باب الإيمان بالله تعالى، ورسوله – صلى الله عليه وسلم وشرائع الدين والدعاء اليه، والسوال

یہ ایک لمبی حدیث ہے دوسرے مقامات پر پوری حدیث بھی ذکر ہے مسلم میں بھی اور دیگر کتب حدیث میں بھی یہ روایت موجود ہے لیکن اس مقام پر صرف ایک حصہ کا ذکر ہے، چناچہ ہم یہاں صرف مقصودی بات کا ترجمہ ذکر کریں گے؛ ابن معاذ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اشج عبد القیس کو فرمایا: آپ کے اندر دو ایسی خوبیاں ہیں جو اللہ رب العزت کو پسند ہیں ایک بردباری اور دوسری متانت وو قار۔

حضرت شیخ میں بھی یہ دونوں خوبیاں پائی جاتی تھیں، چناچہ حضرت رحمہ اللہ نہ صرف استاذ تھے بلکہ ہم سب کے لیئے عموما اور دورہ حدیث کے طلبہ کے لیے خصوصا ایک خاص مربی اور مصلح بھی تھے، ان کی عادات واطوار کی بہت ساری چیزیں آج ہم جیسوں کے لیے مشعل راہ اور زاد سفر کا درجہ رکھتی ہیں، کیونکہ حضرت کی زندگی کا ایک اہم مقصد امت کی اصلاح کے لیے ایسے علماء کو تیار کرنا تھا کہ جو صحیح معنوں میں امت کی قیادت وسیادت کرسکیں اس لیئے حضرت طلبہ کی روحانی واخلاقی اصلاح کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دیا کرتے تھے، حضرت ورع وتقوی کے مالک اور انتہائی سادگی کے پیکر تھے:

؎ تمہارا حسن آرائش تمہاری سادگی زیور   تمہیں کوئی ضرورت ہی نہیں بننے سنورنے کی

حضرت کی شخصیت، خدمات، اور تفصیلی سوانح پر بہت کچھ لکھا جارہا ہوگا اور لکھا جاتا رہے گا، آپ کی حیات بابرکت کا تذکرہ وتعارف علمی دنیا کی امانت ہے اور اس امانت کی ادائیگی آپ کے روحانی ونسبی پسماندگان اور انکے رفقاء کے ذمہ ایک قرض ہے۔ امید ہے کہ آپ کے علمی خدمات اور اعلی صفات کو اجاگر کرنے کیلئے پاکستان کے مؤقر مجلات خصوصی اہتمام کریں گے، اور جامعہ عمر بن خطاب کے ساتھ ساتھ جامعہ خیر المدارس اور جامعہ قاسم العلوم سے تعلق رکھنے والے حضرت کے شاگرد و متعلقین اس قرض کی ادائیگی اور اس عظیم خدمت کو بحسن خوبی انجام دیں گے، کیونکہ حضرت کے منجملہ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ بیک وقت ان تین بڑے جامعات کے شیخ الحدیث تھے، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ برصغیر پاک وہند میں اس وقت ایسی واحد شخصیت تھی، جو بیک وقت تین بڑے جامعات کے شیخ الحدیث تھے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا۔

عنه، وحفظه، وتبليغه من لم يبلغه، 38/1، رقم الحديث: [2/9]، الناشر: دار التاصيل بيروت، ط: الأولى 1439 هـ.

ذیل میں حضرت سے متعلق چند باتیں ☆مشت نمونہ از خروارے☆ زینت قرطاس کرنا چاہوں گا امید ہے کہ قارئین کیلئے نفع بخش ہونگیں۔

۱۔ حضرت اپنے وقت کے انتہائی پابند تھے شاذونادر کبھی ناغہ کرتے لیکن وہ بھی شدید مجبوری کی وجہ سے۔

۲۔ وعظ و نصیحت اور بیان کا انداز اتنا سہل ہوتا کہ ہر آدمی ان کی بات کو مکمل سمجھ سکتا تھا یہی انداز درس بھی ہوا کرتا تھا دورہ حدیث کے طلبہ سے سنا کہ حضرت مشکل مقامات کو اتنے سہل انداز سے سمجھاتے کہ غبی سے غبی طالب علم بھی باآسانی سمجھ سکتا تھا(3)۔

۳۔ حضرت کو تجسس والی بیماری بہت ناپسند تھی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت نے ابتداء سال افتتاحی تقریب کے موقع پر فرمایا تھا کہ کسی بھی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کی ٹوہ میں لگے اس لئے میں اپنے عزیز طلبہ اور اساتذہ سے یہ کہوں گا کہ دوران تعلیم اور اسکے بعد کبھی بھی کسی کے تجسس میں مت لگنا اس سے انسان علم سے محروم ہوجاتا ہے۔

۴۔ حضرت الاستاذ طلبہ سے حد درجہ محبت کرتے تھے خصوصا دورہ حدیث کے طلبہ سے چناچہ حضرت کو یہ بہت ناگوار گزرتا تھا کہ کوئی دورہ حدیث کے طلبہ کو ڈانٹ ڈپٹ کرے اس کا کبھی کبھی اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔

یہ تو چند صفات ہیں جن کا راقم نے کچھ تو خود مشاہدہ کیا اور کچھ حضرت کے شاگردوں سے پتہ چلیں، لیکن حضرت تو تمام صفات حمیدہ کا مجموعہ تھے، انہی اوصاف حمیدہ اور اطوار جمیلہ کا نتیجہ تھا کہ حضرت بیک وقت تین بڑے جامعات کے شیخ الحدیث تھے اس سے بڑھ کر سعادت کی بات کیا ہوسکتی ہے؟

بہرحال ان جیسی شخصیات پر جتنا بھی لکھا جائے یقینا سچی بات تو یہ ہے کہ کبھی بھی حق ادا نہیں ہوسکتا، اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ حضرت کو اپنے محبوب و مقرب اولیاء کرام کے زمرہ میں شامل فرما کر اپنے شایان شان اعلی وارفع

---

(3) میں نے حضرت الاستاذ سے نہ تو درسا کچھ پڑھا اور نہ ہی اجازۃ اس کی بڑی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ حضرت صرف دورہ حدیث میں پڑھاتے تھے اور ہم چونکہ ابتدائی درجات میں تھے اس وجہ سے درساً استفادہ نہ کرسکا اور بعد میں استفادہ نہ کرنا میری کوتاہی اور کم بختی سمجھیئے کہ میں اتنی بڑی شخصیت سے استفادہ نہ کرسکا، اس بات کی وضاحت اس لیئے ضروری سمجھی تاکہ کسی کو یہ اشتباہ نہ لگے کہ میں حضرت شیخ کا شاگرد ہوں، مجھے صرف انکی آغوش محبت میں چار سال ان کی زیارت کا شرف حاصل رہا براہ راست استفادہ نہ کرسکا، البتہ حضرت کے شاگردوں کا شاگرد ضرور ہوں۔

مقام عطا فرمائے اور ان کے علمی فیوض کو تا ابد جاری وساری رکھے اور ان سے ہم اور ہماری نسلوں کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت کے تمام متعلقین و پسماندگان کو ان کی نقش قدم پر چلنے کے ساتھ ساتھ خیر وعافیت والی آسودہ حال زندگی عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

ےعجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے   زمیں کی رونق چلی گئی ہے افق پہ مہر مبیں نہیں ہے
تری جدائی میں مرنے والے وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے   مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

کوثر کیا ہے تمہیں معلوم ہے؟

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی دوران آپ ﷺ پر ہلکی سی اونگھ طاری ہوگئی۔ پھر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر مبارک اٹھایا۔

ہم حاضرین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے کس وجہ سے تبسم فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ابھی ابھی میرے اوپر ایک سورت نازل ہوئی ہے"۔ پھر آپ ﷺ نے سورۃ الکوثر کی تلاوت فرمائی اور فرمایا: "اتدرون ماالکوثر؟" "کوثر کیا ہے تمہیں معلوم ہے؟"۔ ہم لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو اس کا زیادہ علم ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"وہ ایک نہر ہے جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے، اس میں خیر کثیر ہے، وہ ایک حوض ہے جس کے پاس قیامت کے دن میرے امتی آئیں گے۔ اس کے آبخورے تاروں کے برابر ہیں۔ وہاں آنے والے میرے امتی میں سے کچھ لوگوں کو نکال باہر کیا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے پروردگار! یہ تو میرے ہی امتی ہیں (پھر انہیں حوض کوثر آنے سے کیوں روکا جارہا ہے)؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات وخرافات پیدا کرلیں"۔ (مسلم، ابوداؤد)

گیارہویں شریف کی رسم

مولانا ندیم احمد انصاری

ماہ ربیع الثانی قمری سال کا چوتھا مہینہ ہے۔ اس مہینہ سے متعلق اسلام نے کوئی خاص حکم نہیں دیا ہے؛ البتہ اس مہینہ میں برصغیر میں ایک عمل بہت رواج پا گیا ہے، جسے شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے اور وہ ہے: 'گیارھویں شریف'۔

گیارہویں شریف

ہر قمری مہینے کی گیارہویں رات شیخ عبد القادر جیلانی کے نام جو کھانا بنایا جاتا ہے، وہ 'گیارہویں شریف' کے نام سے مشہور ہے۔ (دیوبندی بریلوی اختلافات:۴۶) گویا ہر مہینے کی گیارہ تاریخ کو چھوٹی گیارہویں اور سالانہ، ربیع الثانی کی گیارہ تاریخ کو بڑی گیارہویں شریف منائی جاتی ہے۔

گیارہویں کی ابتداء

گیارہویں کی ابتداء کے متعلق مطالعہ بریلویت میں ہے:

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ گیارھویں چلی کہاں سے ہے؟ اور ہندوستان میں انگریز کی آمد سے پہلے کیا کبھی گیارہویں کا عمل کسی جگہ ہوا تھا؟

شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ چھٹی صدی میں پیدا ہوئے۔ ظاہر ہے کہ اس سے پہلے اسلام کی پانچ صدیوں میں ”گیارہویں شریف“ کی رسم یا تقریب کہیں نہ تھی، آپ کے بعد یہ کب جاری ہوئی؟ اس کی تاریخی تحقیق نہایت ضروری ہے۔ جب ہم اس کی جستجو کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ تیرہویں صدی کے نصف اول تک اہل السنہ والجماعہ میں

گیارھویں کے نام سے کوئی دینی تقریب یا مذہبی رسم قائم نہ ہوئی تھی.... ہم تو اس کی تلاش کرتے کرتے تھک گئے؛ مگر افسوس! کہ ہمارے ان صاحبوں نے بھی جو کہ اسے بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں، اس سلسلہ میں ہماری کوئی مدد نہیں کی اور اس باب میں کوئی مستند حوالہ ہمیں نہیں دکھاسکے۔ (مطالعہ بریلویت: ۳۱۳/۶-۳۱۵)

صرف شیخ جیلانی کی ہی گیارہویں

بے شک حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ ایک بڑے بزرگ ہیں، جن کی عظمت مسلم ہے، ان کی شان میں بے ادبی و گستاخی گمراہی کی علامت ہے؛ لیکن اہل السنہ والجماعہ کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق میں انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ سب سے بڑا ہے، اور انبیاء میں سب سے افضل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر خلفاء راشدین اور ان کے بعد عشرہ مبشرہ وباقی ماندہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا درجہ بدرجہ مقام ہے۔ بہ غور سوچیے کہ انبیاء اور صحابہ جیسی مقدس ہستیوں کا 'یوم وفات' منانے کی شریعت نے کوئی تاکید نہیں کی تو شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ جیسے ایک ولی کا یوم وفات منانے کا کیا مطلب؟

ویسے بھی دن منانا ہر ایک کے لیے ممکن نہیں؛ کیوں کہ مراتب ودرجات کا لحاظ کرکے سب سے پہلے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو کہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور سال کے کل ایام تین سو چون یا تین سو ساٹھ ہیں، تو سب کے ایام وفات منانے کے لیے مزید دن کہاں سے لائیں گے؟ اور انبیاء کرام وصحابہ کرام کو چھوڑ کر ان سے کم اور نیچے کے درجے والے بزرگوں کے دن منائے جائیں تو یہ انبیا علیہم السلام وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مراتب میں رخنہ اندازی ہے۔

اس کے علاوہ واقعہ یہ ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کی تاریخ وفات میں بڑا اختلاف ہے۔ 'تفریح الخاطر فی مناقب شیخ عبد القادر' میں آٹھ اقوال بیان کیے گئے ہیں: ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں، گیارہویں اور سترہویں ربیع الاول اور اس کے بعد لکھا ہے کہ صحیح دسویں ربیع الاول ہے۔ اس اختلاف سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ کے خلفاء ومریدین ومتبعین نے بھی آپ کی تاریخ وفات اور دن وماہ کی تعیین کے ساتھ برسی اور یوم وفات منانے کا اہتمام نہیں کیا ہے، ورنہ تاریخ وفات میں اتنا شدید اختلاف نہ ہوتا۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ بزبان خود فرماتے ہیں:

اپنے آقا کی خوشنودی سے محروم ہے وہ شخص جو اس پر تو عمل نہ کرے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اور اس میں مشغول رہے، جس کا حکم نہیں دیا گیا، یہی اصل محرومی ہے۔ (فتاوی رحیمیہ جدید ترتیب: ۲/۷۶-۷۷ بتصرف)

یہ سب متأخرین کی خود کاریاں ہیں

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، میرے استفسار پر میرے استاذ شیخ عبد الوہاب متقی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا:

بعض متأخرین نے بعض مغربی مشائخ کی زبانی بیان کیا کہ جس دن حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے وصال فرمایا، اس دن کو لوگوں نے از خود دیگر دنوں کی بہ نسبت زیادہ خیر و برکت اور نورانیت کا دن بنالیا ہے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر سر جھکائے رہے، پھر سر اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ زمانہ ماضی میں یہ سب التزامات کچھ نہ تھے، یہ سب تو صرف متأخرین کی اختیار کی ہوئی باتیں اور خود کاریاں ہیں۔ (ماثبت بالسنہ: ۶۹)

یہی وجہ ہے کہ ہندوستان سے باہر عراق (جہاں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کا مزار ہے) اور مصر و شام بلکہ ملیشیا اور انڈونیشیا تک کہیں یہ بات نہیں ملتی کہ کسی مسجد یا مدرسہ یا کسی قبرستان میں کوئی تقریب 'گیارہویں شریف' کے نام سے منعقد کی گئی ہو۔ (مطالعہ بریلویت: ۶/۳۱۳)

اس کا سرا ہندوانہ رسوم سے ملتا ہے

'تحفہ الہند' میں مولانا عبید اللہ رقمطراز ہیں:

" ہندوؤں کے ہاں میت کو کھانے کا ثواب پہنچانے کا نام 'سرادھ' ہے اور جب "سرادھ" کا کھانا تیار ہو جائے تو پہلے اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ 'بید' پڑھواتے ہیں اور مُردوں کے لیے ثواب پہنچانے کے لیے ان کے ہاں خاص دن مقرّر ہیں، خصوصاً جس دن (وہ) فوت ہو، ہر سال اسی دن ختم دلانا یعنی برسی یا موت کے تیرھویں دن، بعض کے نزدیک پندرھویں دن اور بعض کے نزدیک تیسویں یا اکتیسویں دن، ثواب پہنچانے کے لیے مقرر ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی تیجہ، ساتواں، چالیسواں اور برسی مقرر کر لیے اور کھانا تیار کروا کر اس پر ختم پڑھوانا شروع کر دیا؛ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان میں سے کوئی رسم بھی ثابت نہیں"۔ (مسلمانوں میں ہندوانہ رسوم و رواج: ۲۳، دار الاندلس)

گیارہویں شریف اور اس کے کھانے کا حکم

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

”غریبوں کو کھانا کھلانا، اور قراءت قرآن کے ذریعے مُردوں کو ثواب پہنچانے کو کسی نے منع نہیں کیا، اس باب میں جو منع ہے تو (وہ) اس طرح مخصوص ہیئت سے ایصال (ثواب پہنچانے) کو منع کرتے ہیں، جس میں تشبہ بالکفار لازم آجاوے، یا تقیید مطلق آجاوے کہ یہ دونوں (امور؛ تشبہ بالکفار اور مطلق کو مقید کرنا لازم آئے؛ کیوں کہ) تمام امت کے نزدیک (یہ دونوں باتیں) حرام و بدعت ہیں۔ (البراہین القاطعہ:۱۷)

حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

گیارہویں کی نیاز سے اگر مقصود ایصال ثواب ہے تو، اس کے لیے گیارہویں تاریخ کی تعیین شرعی نہیں۔ نیز حضرت غوث الاعظم کی (کوئی) تخصیص نہیں۔ تمام اولیاء کرام رحمہ اللہ اجمعین اور صحابہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے مستحق ہیں۔ سال کے جن دنوں میں میسر ہو اور جو کچھ میسر ہو، اور جو کچھ صدقہ کر دیا جائے، اور اس کا ثواب بزرگان دین اور اموات مسلمین کو بخش دیا جائے۔ فقراء اس کھانے کو کھاسکتے ہیں، امراء اور صاحب نصاب نہیں کھاسکتے؛ کیوں کہ یہ ایصال ثواب کے لیے بطور صدقہ ہے۔ (کفایت المفتی:۱/۱۶۶)

مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی اسی کے قائل ہیں:

جو عامی شخص اس تعیین عادی کو توقیت شرعی جانے اور گمان کرے کہ ان کے علاوہ دنوں میں ایصال ثواب ہو گا ہی نہیں، یا جائز نہیں، یا ان ایام میں ثواب دیگر ایام سے زیادہ کامل و وافر ہے، تو بلاشبہ وہ شخص غلط کار اور جاہل ہے اور اس گمان میں خطاکار اور صاحبِ باطل ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید:۹/۹۵۱)

گیارھویں شریف میں چراغاں کرنا

”گیارہ ربیع الاول کو چراغاں یا روشنی کرنا بالکل ناجائز اور بدعت ہے اور دیوالی کی پوری نقل ہے۔ مساجد میں بھی نمازیوں کی ضرورت سے زیادہ رسماً و رواجاً روشنی کرنا اسراف و حرام ہے۔ اگر متولی مسجد کے مال میں سے ایسا کرے گا تو اس کو اس کا تاوان دینا ہو گا“۔ (فتاوی رحیمیہ جدید ترتیب:۲/۷۷)

گیارہویں شریف: 'اہل حدیث' کی نظر میں

مشہور اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''ختم گیارہویں کا رواج نہ زمانہ رسالت میں تھا نہ عہدِ خلافت میں؛اس لیے بدعت ہے۔ حدیث میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کام ہم نے نہ بتایا ہو، نہ کیا ہو.....وہ مردود ہے؛اس لیے ایسی بدعت کی مجلس میں شریک ہونا یا اس چیز کا کھانا گناہ ہے، خدا کے واسطے دینا منع نہیں؛ لیکن گیارہویں کے نام سے کرنا شرک یا کم سے کم بدعت ہے۔ایسے افعال سے خود حضرت پیر صاحب نے منع فرمایا ہوا ہے''۔(فتاوی ثنائیہ:۱/۳۵۸)

مولانا مودودی صاحب کا موقف

جناب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب فرماتے ہیں:

"گر کوئی مالی یا بدنی عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے کی جائے اور بزرگان دین میں سے کسی کو اس غرض کے لیے اس کا ثواب ایصال کیا جائے کہ وہ بزرگ اس ہدیے سے خوش ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہدیہ بھیجنے والے کے سفارشی بن جائیں، تو یہ ایک ایسا مشتبہ فعل ہے، جس میں جواز و عدم جواز؛ بلکہ گناہ اور فتنے کی سرحدیں ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو جاتی ہیں اور میں کسی پرہیزگار آدمی کو یہ مشورہ نہ دونگا کہ وہ اپنے آپ کو اس خطرے میں ڈالے۔رہے وہ کھانے جو صریحاً کسی بزرگ کے نام پر پکائے جاتے ہیں اور جن کے متعلق بالفاظ صریح یہ کہا جاتا ہے: یہ فلاں بزرگ کی نیاز ہے اور جن کے متعلق پکانے والے کی نیت بھی یہی ہوتی ہے کہ یہ ایک نذرانہ ہے، جو کسی بزرگ کی روح کو بھیجا جارہا ہے اور جن سے متعلق ہمارے یہاں طرح طرح کے آداب مقرر ہیں اور بے حرمتی کی مختلف شکلیں ممنوع قرار پاتے ہیں اور ان نیازوں کی برکات اور فوائد کے متعلق گہرے عقائد پائے جاتے ہیں، تو مجھے ان کے حرام اور گناہ ہونے؛ بلکہ عقیدہ توحید کے خلاف ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے''۔(رسائل و مسائل:۲/۲۰۸)

تکافل وقت کی ضرورت مگر کیسے؟

مفتی محمد انس ابو تقی

الحمد للہ ہمیں اللہ تعالی نے ایسے دین سے نوازا ہے جس میں دوسروں کی ضروریات اور حقوق کو اپنی ضروریات پر فوقیت دینے کا درس ملتا ہے۔ صحابہ کی زندگی کو دیکھا جائے تو دین اسلام قبول کرنے کے بعد وہی لوگ جو ایک دوسرے کی کھوپڑیوں میں شراب پینے کے خواہاں تھے وہی صحابہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی پانی کا جام خود پینے کی بجائے دوسرے محتاج اور پیاسے بھائی کو دینے پر مصر ہیں۔ اس دین ہی کی بدولت مالدار صحابہ مسجد نبوی میں کھجوریں اکٹھا کر کے نادار صحابہ میں بانٹ رہے ہیں، حضرت سعید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آرہے ہیں کہ اے اللہ کے محبوب مجھے اجازت دیں کہ میں اپنا سب سے محبوب مال اللہ کے راستے میں دوسرے ضرورتمندوں کے لئے وقف کروں۔ باہمی اخوت اور تعاون کے بے شمار واقعات ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے کیونکہ ان کے دلوں میں اس دنیا کی کوئی وقعت ہی نہیں تھی، ان کے دلوں پر ایسی محنت ہوئی تھی جس کی وجہ سے دوسروں کے ساتھ مدد کرنے میں ان کو خوشی اور سکون ملتا۔ ان سب واقعات اور احادیث کا حاصل بھائی چارگی اور امداد باہمی ہے۔ ان کو معلوم تھا کہ یتیم بیوہ اور ضرورتمندوں کی ضرورت پوری کرنے میں ہی کامیابی ہے۔

یوں تو بہت سارے کار خیر اور ویلفیئر سے متعلق ادارے اور مراکز قائم ہیں جہاں پر وہ لوگوں کی ضروریات کے مطابق مختلف سہلوں اور جہات سے ہمہ وقت مصروف ہیں، کوئی صحت کے شعبے میں لوگوں کو مہلک بیماریوں سے مفت علاج کروا رہا ہے جس کا خرچہ وہ لوگ اپنی غربت اور لاچارگی کی وجہ سے برداشت نہیں کرسکتے۔ کچھ ادارے لوگوں کو مفت یا بہت ہی تھوڑی رقم کے عوض صحت کے اصولوں کے مطابق دن، رات معیاری کھانا فراہم کرتے ہیں۔ کچھ تعمیر انسانیت میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور یتیم اور نادار غریب بچوں اور بڑوں کو تعلیم اور تربیت کے زیور سے آراستہ کر رہے ہیں تاکہ یہ لوگ اپنا کل بہتر بنا سکے اور یوں کوچوں اور گلیوں میں دربدر بھیک

مانگتے، چوری چکاری اور ظلم و بربریت پھیلاتے نہ پھریں۔ ایسے بھی ادارے ہیں جو مظلوموں کو مفت قانونی مشورے اور خدمات فراہم کررہے ہیں جہاں پر وہ غیر قانونی طور پر حراستی قیدیوں اور ذہنی مریضوں کی بحالی اور فلاح و بہبود کے تگ و دو میں وقت صرف کررہے ہیں. جہاں کسی بھی قسم کی ناانصافی خواہ وہ انسانی اور شہری حقوق سے متعلق ہو یا بچوں کی بدعنوانی اور خواتین پر ظلم سے متعلق، ان سب کے خلاف جنگ کرنے میں مگن ہیں. ایسے ہی باہمی اخوت اور ضرورت مندوں کی مالی ضرورت کو پورا کرنے اور متاثرہ افراد کے خاندان کے ساتھ مالی تعاون بھی ایک کارخیر ہے۔ خاص کر موجودہ حالات میں جہاں پر کسی کی جان اور مال محفوظ نہیں ہے۔ یقینا یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے کہ ایسے ادارے قائم ہوں جہاں شریعت کی روشنی میں لوگوں کی مالیاتی ضرورت کو پورا کیا جاسکے۔ بلاشبہ ایسے فلاحی اداروں کی بھی ضرورت ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے تکافل کمپنیاں قائم کی گئی ہے. جہاں ایک وقف فنڈ قائم کیا جاتا ہے، لوگ اس وقف فنڈ کو باہمی اخوت اور تعاون کی نیت سے چندہ دے کر ممبر بنتے ہیں۔ اس چندے کے نتیجہ میں وقف فنڈ میں جمع شدہ رقوم سے ممبران کے منتخب کردہ ضرورتمندوں کے ساتھ مالی تعاون کیا جاتا ہے۔ مذکورہ تکافل کمپنیاں ماہر اور تجربہ کار مفتیان کرام کے زیر نگرانی ممکنہ حد تک شریعت کے اصولوں کے مطابق کام کررہی ہے جن میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہتری آرہی ہے۔ ان ممبران کے منتخب کردہ افراد میں ان کے یتیم بچے بھی ہوسکتے ہیں ان کی بیوہ بھی ہوسکتی ہے اور ان کے ساتھ تعاون کرنا یقینا باعث اجر و ثواب ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ "جس نے کسی یتیم یا بیوہ کی کفالت کی اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔"

دوسری روایت میں ہے جو بخاری شریف میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔۔۔ پھر اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔"

غرض یہ ہے کہ تکافل کے ذریعے وقف فنڈ کے ممبران کے ساتھ مالی تعاون کیا جاتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی ضروریات پوری کرسکتے ہیں۔

شریعت میں تکافل کی نظیر

شریعت مطہرہ میں بھی ناحق قتل کی صورت میں بھاری مقدار میں دیت لازم کی گئی ہے جس سے مقصد ان جرائم کا سدباب ہے اور حکمت یہ ہے کہ مقتول کے مرنے کی وجہ سے جو مالی پریشانی لاحق ہوئی ہے اس کا حتی الامکان ازالہ ہوسکے اور اس رقم سے جو دیت کی صورت میں ملی ہے ورثاء اپنی ضروریات کو پوری کرسکیں۔

اسلام میں اخوت و بھائی چارگی کی اہمیت

تکافل سے عدم آگاہی اور بے خبری کی وجہ سے ان کی خدمات تک رسائی حاصل کرنے اور عوام میں شعور اور بیداری وقت کی اولین ضرورت ہے کیونکہ ائے دن حادثات کا تناسب بڑھ رہا ہے جس میں لوگوں کو جانی نقصان کے ساتھ اپنے خاندانوں کو بھی مشکل وقت میں چھوڑا جاتا ہے۔ تکافل کمپنیاں چونکہ بنیادی طور پر باہمی اخوت پر مبنی ہے جس کو قائم کرنے کے لئے دین متین میں کافی زور دیا گیا ہے۔ دین اسلام وہ دین ہے جس میں سب مسلمانوں کو ایک جسم کے مانند مانا گیا ہے۔ حدیث شریف میں اتا ہے کہ تمام مسلمان ایک جسم کے مانند ہے اگر کسی کی انکھ دکھ رہی ہو تو پورے جسم میں تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہو تو پورے جسم میں بے چینی ہوتی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے کہ وہ اس کو مظبوط کرتا ہے اس کے علاوہ بھی اس موضوع سے متعلق احادیث کا ذخیرہ براپڑا ہے جس کے ذکر کرنے سے یہ مضمون ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کرجائے گا۔

مقصد یہ ہے کہ اس معاشرے میں جتنے افرادرہ رہے ہیں ان سب کا دکھ درداپنا دکھ درد سمجھنا چاہئے۔ جس سے جتنا ہوسکے اس کار خیر میں اپنی سعادت سمجھتے ہوئے اپنا حصہ ڈالنا چاہئے خواہ وہ کسی صورت میں ہو کیونکہ کل کو اللہ پاک ہم سے پوچھے گے اپ کو میں نے مال کے اس عظیم دولت سے نوازا تھا اپ نے کہاں خرچ کیا اور کہاں لگایا؟ کیا کبھی کسی ضرورتمند کی مدد کی ہے؟ کسی بھوکے کو کھانا کھلایا ہے؟ کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا ہے؟ کسی محتاج اور پریشان بیوہ کا ہاتھ بٹایا ہے؟

ان سوالوں کا سامنا کرنے سے پہلے اپنی زندگی کو غنیمت جان کر اللہ تعالی کی عطاء میں سے اپنے مسلمان بھائیوں کا حصہ کرنا اور ان کی بھلائی میں خرچ کرنا اور اگر ہمارے ذریعے کسی کی ضرورت پوری ہوسکتی ہے تو اس میں اپنی سعادت سمجھے۔

مثالی حکمرانی

ڈاکٹر محمد اجتباء ندوی

خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ معمول کے مطابق باہر سے آنے والے قبیلوں، مسافروں اور پردیسیوں کی خبر گیری کے لیے رات کے گشت پر نکلے ہوئے ہیں مدینہ منورہ کی گلی کوچوں سے گذرتے ہوئے کھجوروں کے باغات میں نکلے آتے ہیں، مدینہ منورہ دو طرف سیاہ پہاڑی سلسلوں سے گھرا ہوا ہے ایک کو مغربی حرہ اور دوسرے کو مشرق حرہ کہا جاتا ہے تیسری جانب کھجور کے خوبصورت باغ دور تک پھیلے ہوئے ہیں شمالی جانب کھلا میدان ہے اسی طرف سے مختلف سمتوں سے آنے والے لوگ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہیں راستہ میں مدینہ کی مشہور وادی عقیق ہے جس نے شعر و ادب میں بڑی محبوبیت اور مقبولیت حاصل کی، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ باغات سے نکل کر شمال کی جانب مڑ جاتے ہیں ان کے ہمراہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ہیں اچانک دونوں کی نظر ایک تاجر قافلہ پر پڑتی ہے جسمیں مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں آؤ آج رات ان کی پہرہ داری کریں دونوں حضرات رات بھر جاگتے اور نوافل نماز پڑھتے رہے اسی اثناء ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آواز سن کر اس بچے کی جانب جاتے ہیں اور بچہ کی ماں سے کہتے ہیں خدارا اس بچے کے ساتھ اچھا سلوک کرو، ماں کو توجہ دلا کر اپنی جگہ واپس آگئے، تھوڑی دیر کے بعد رونے کی آواز پھر سنی پھر دوبارہ گئے اور ماں سے کہا کہ خیال رکھو، اور اس بچہ کو سلا دو، ماں کو نصیحت کر کے اپنی جگہ پر واپس آگئے، رات کے آخری پہر پھر بچہ کے رونے سے پریشان ہو گئے بچہ کی ماں کے پاس آکر کہا کہ تم اچھی ماں نہیں لگتی ہو آج رات اس بچہ کو آرام نہیں ملا اور یہ روتا ہی رہا، ماں کو معلوم نہ تھا کہ یہ صاحب امیر المومنین ہیں اس نے غضبناک ہو کر جواب دیا کہ خدا کے بندے تم نے تو آج ہمیں

تنگ کر ڈالا تم کو اس سے کیا سروکار میں اس بچہ کا دودھ چھڑا رہی ہوں اور وہ چھوڑ نہیں رہا ہے۔ انہوں نے نرمی سے دریافت کیا کہ ایسا کیوں کر رہی ہو اور آخر یہ زبردستی کیوں ہے؟ ماں نے جواب دیا کہ ایسا میں اس لیے کر رہی ہوں کہ عمر رضی اللہ عنہ دودھ پیتے بچہ کو وظیفہ نہیں دیتے ہیں صرف اسی وقت بچہ کا روزینہ مقرر کرتے ہیں جب وہ دودھ پینا چھوڑ دیتا ہے، فرمایا اس کی عمر کتنی ہے؟ جواب دیا اتنے ماہ کا فرمایا خدا تمہارا بھلا کرے جلدی نہ کرو۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ نے بے حد متاثر و دل گرفتہ کیا فجر کی نماز کے دوران آنسو جاری رہے گریہ وزاری کی وجہ سے لوگ پوری طور پر قرات نہ سمجھ سکے، سلام پھیرتے ہی فرمایا بد نصیب عمر کتنے مسلمان بچوں کے قتل کا سبب بنا، ایک شخص کو مخاطب کر کے فرمایا جاؤ پکار پکار کر اعلان کر دو کہ اے لوگوں اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلد نہ کرو ہم ہر مسلمان بچے کے لیے پیدا ہوتے ہی وظیفہ مقرر کر دیں گے اور ملک کے سارے علاقوں اور صوبوں میں اس بات کی منادی کرادی گئی۔

یہ وہ خلیفہ اسلام ہیں جنہوں نے ایک ہاتھ سے کسری اور دوسرے ہاتھ سے قیصر کی سلطنتوں کو پاش پاش کر کے اسلام کی کی گود میں لا کر ڈالدیا جن کے نام سے اس دور کی معروف دنیا لرز اٹھتی تھی آئیے دیکھئے کس طرح وہ رات کو پہرہ داری کا کام انجام دیتے ہیں اور ایک بچے کے رونے پر تین بار اس کی ماں کے پاس جاتے ہیں اور خوشامد کرتے ہیں کہ اسے سکون سے سلادے پھر عظمت انسانی کی اعلیٰ مثال ملاحظہ کیجئے کیا ہم اس طرح کی کوئی مثال پیش کر سکتے ہیں؟

آئیے! اس جیسی ایک اور اسلامی عظمت اور انسانی شفقت اور اعلیٰ اخلاق کی مثال ملاحظہ کیجئے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آج شب پھر حسب معمول خبر گیری کے لیے نکلے ہوئے ہیں مدینہ منورہ کے ایک کشادہ میدان سے گذر رہے ہیں ناگاہ، بالوں کا بناہ ہوا ایک خیمہ ہے اس کے اندر سے ایک عورت کے کراہنے کی آواز آرہی ہے، خیمہ کے دروازہ پر ایک آدمی فکر و تشویش میں ڈوبا ہوا بیٹھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر اس شخص کو سلام کرتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ جواب ملتا ہے بدوی ہیں امیر المومنین سے تعاون اور امداد کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ پوچھا خیمہ کے اندر سے یہ آواز و کراہ کیسی ہے؟ وہ بدوی نہیں جانتا تھا کہ یہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں کہا کہ میاں اپنا کام کرو ایسی بات مت پوچھو جس سے تمہارا واسطہ

نہو، جاؤ خدا تمہارا بھلا کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی محبت اور نرمی سے اصرار کر کے پوچھا، نہیں، بتاؤ کیا بات ہے؟ تو اس نے بتایا کہ عورت کے یہاں ولادت کا وقت قریب ہے اور دردزہ میں مبتلا ہے اس کے پاس کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی بڑی تیز رفتاری سے گھر واپس گئے اور اپنی اہلیہ حضرت ام کلثوم بنت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ خدا نے تمہیں ثواب کا ایک موقع دیا ہے کیا ثواب حاصل کرنا چاہتی ہو؟ پوچھا کیا معاملہ ہے؟ ان سے اس بدوی کا حال بیان کیا اور پھر فرمایا اپنے ساتھ نومولود بچے کے لیے کچھ کپڑے اور عورت کے لیے تیل وغیرہ لے لو اور ایک پتیلی گھی اور کچھ کھانے کا سامان بھی لے لو، اہلیہ سب سامان لیکر نکلیں تو آپ نے پتیلی اور سامان وغیرہ خود اٹھایا اور وہ ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئیں۔

بدوی کے خیمے پر پہونچے، بیوی اندر داخل ہو گئیں اور خود بدوی کے پاس بیٹھ کر آگ جلانے اور کھانا پکانے لگے، بدوی بیٹھا ہوا دیکھتا رہا اسے یہ علم نہ تھا کہ یہ کون ہیں؟ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے آواز دی کہ امیر المومنین! اپنے دوست کو لڑکے کی مبارکباد دید یجئے۔ بدوی یہ سنتے ہی سناٹے میں آگیا اور لرز کر دور جا کھڑا ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر بیٹھو اور گھبراؤ نہیں پتیلی اٹھا کر اپنی بیوی کو دی اور کہا کہ عورت کو کھلا پلا دو جب وہ کھا چکی تو امیر المومنین نے بدوی کے سپرد کی اور فرمایا کہ لو کھالو اور آرام کر لو تم رات بھر جگتے اور بے آرام رہے۔

امیر المومنین کی اہلیہ خیمہ سے نکلیں تو آپ واپس ہونے لگے اس بدوی کو سلام کیا اور فرمایا کل ہمارے پاس آنا ہم تمہارا تعاون کریں گے۔

جب وہ شخص امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اس کے بچے اور اس کے لیے وظیفہ مقرر فرمادیا۔ دنیا میں فرمانرواؤں اور حکمرانوں کی خدمتِ خلق اور مدد و تعاون کے اکا دکا واقعات مل سکتے ہیں مگر اس جیسا واقعہ شاید ہی مل سکے کہ رات کی تاریکی میں شہر کے گوشہ و گلی میں سربراہ مملکت عوام اور قوم کی خبر گیری کرنے کے لیے اپنی نیند اور آرام حرام کرے پھر اپنی بیوی کو ساتھ لیکر اس سے دایہ اور نرس کا کام اور خود باورچی کی خدمت انجام دے اور اس وقت تک آرام وسکون نہ لے جب تک اس گھر اور خیمہ میں رہنے والوں کو آرام و سکون کی نیند سلا نہ دے۔

آئیے! امیر المومنین کا ایک اور مشہور واقعہ پڑھتے چلیے:

حسب معمول رات کے گشت میں مدینہ منورہ کی آبادی کے ایک کنارے نکل آتے ہیں، دفعتاً ایک آواز سنائی دیتی ہے، بیٹی جلدی اٹھو دودھ نکال کر اس میں تھوڑا پانی ملا دو، صبح ہونے جا رہی ہے۔ بیٹی کی آواز ابھرتی ہے، اماں جان! امیر المومنین نے دودھ میں پانی ملانے سے منع فرمایا ہے۔ ماں نے ڈانٹتے ہوئے کہا ارے تو پانی ملا دے امیر المومنین یہاں کہاں دیکھ رہے ہیں؟ بچی نے اپنی پوری قوت ایمانی سے جواب دیا اماں جان! اگر امیر المومنین نہیں تو امیر المومنین کا آقا اور ہمارا مالک و مولیٰ تو دیکھ رہا ہے! امیر المونین اس ایمان افروز جملہ کو سنتے ہی آگے بڑھتے ہیں اور اس گھر پر نشان لگا دیتے ہیں اور تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے مسجد نبوی میں داخل ہو جاتے ہیں بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں خدائے عزوجل کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ایمان وامانت داری امت مسلمہ کی رگوں میں رواں دواں ہے اتنے میں موذن فجر کی اذان دیتا ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں اور سنت میں مشغول ہو جاتے ہیں نماز کے بعد اپنے صاجزادہ حضرت عاصم کو بلا کر کچھ مشورہ کرتے ہیں، رات جس گھر پر نشان لگا آئے تھے اس کے متعلق کچھ معلومات کرتے ہیں اور آخر میں اس نیک بخت لڑکی سے اپنے صاجزادہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی شادی کر دیتے ہیں اس جیسی خدا ترس دیانتدار دیندار بچی کا اس سے بہتر اور کیا صلہ ہو سکتا ہے؟ اسی بچی کے بطن سے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ پیدا ہوئے جنہوں نے عصر اموی میں خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اور بہت ہی مختصر مدت میں عہد فاروقی کی یاد تازہ کر دی ملوکیت کو خلافت میں، عیش و تنعم کی زندگی کو فقر و درویشی میں تبدیل کر دیا خدا ان سے راضی ہوا اور امت مسلمہ کو ان کے نقش قدم پر چلنے اور احکام شریعت کو زندگی کے ہر گوشہ میں نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مؤمن عورت کی عظمت کا واقعہ

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی صاحب رحمہ اللہ

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے ان کی ایک باندی تھی جو ان کی بکریاں چراتی تھی، ریوڑ میں سے ایک بکری بیمار ہو گئی، اس کو کچھ دن گھر میں باندھ کر خدمت کی گئی جب وہ تندرست ہو گئی تو ریوڑ کے ساتھ اس کو بھیجا گیا لیکن وہ چند دن علیحدہ گزارنے کے سبب ریوڑ کے ساتھ نہ چل سکی ریوڑ سے الگ رہنے کی وجہ سے اس بکری کو بھیڑیا کھا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بکری کے متعلق باندی سے پوچھا باندی نے ان کو حقیقت سنائی جس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا، لیکن حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور باندی کے چہرہ پر ایک طمانچہ لگایا، طمانچہ لگانے کے بعد جلد ہی پشیمان ہوئے کہ میں نے یہ کیا کیا؟ حضور کریم ﷺ کی خدمت میں آئے، تمام واقعہ عرض کیا:

فعظمه النبی صلی الله علیه وسلم

نبی کریم ﷺ نے اس واقعہ کو بڑی اہمیت دی اور فرمایا:

"تم نے بڑا سخت کام کیا ہے۔"

لطمت وجه مؤمنه۔

مؤمن عورت کے چہرہ پر طمانچہ لگایا ہے! جب آپ ﷺ نے مؤمن کا لفظ فرمایا تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت! وہ ایمان کیا جانے وہ تو جنگل میں بکریاں چراتی ہے۔ آپ کریم ﷺ نے اس باندی کو بلایا اور اس سے پوچھا:

این اللہ۔

"اللہ تعالیٰ کہاں ہے"۔

اس نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ وہاں ہے، پھر پوچھا من انا (میں کون ہوں) باندی نے جواب دیا انت رسول اللہ حضور اکرم ﷺ نے اس باندی کے لیے مؤمن ہونے کا فیصلہ فرمایا اور اس کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔

اسلام تو ہمیں آسان ملا ہے لیکن یہ لوگ خواہ مخواہ بر سر عام آکر غیر ضروری مسائل کو چھیڑتے ہیں اور پھر ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں، اس لیے ان کی وقعت ختم ہوجائے گی سمجھدار لوگ سوچیں گے کہ آخر یہ کیا کہتے ہیں ان کے دلوں سے ان کی اہمیت نکل جائے گی۔

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جائھم البینت۔(الآیۃ)

"تم ہر گز ان کی طرح نہ بنو جن کے پاس واضح دلائل آنے کے بعد بھی فرقہ فرقہ بن گئے اور اختلاف میں گئے۔"

لیکن حسد کے سبب اس طرح کرنے لگے کہ میرا مسئلہ صحیح نکلے۔ اور فلاں کا غلط ہو، سلف صالحین کا اختلاف حق کے ظاہر ہونے کے لیے ہوتا تھا لیکن آج کل ضد اور حسد کا اختلاف ہے، مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

علم ظاہر مبد کبرو حسد۔۔۔۔علم باطن معدن نور احد

ظاہری علم کبر اور حسد پیدا کرنے کی جگہ ہے ظاہری علم والا کہتا ہے کہ فلاں پڑھ کر آیا ہے اس نے مدرسہ کھولا، لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے تو میرا پہلا والا رتبہ ختم ہوجائے گا۔

علم باطن اللہ تعالیٰ کے انوار کی کان ہے اللہ کی طلب اور رضا والا علم ایسا ہے کہ عالم تو در کنار لیکن ادنیٰ آدمی کو بھی وہ بڑا سمجھتے ہیں، ظاہری علم والے کہتے ہیں کہ ہم مخلوق کے سامنے مقبول بنیں، وہ مجھ سے راضی رہے، باطنی علم والے کہتے ہیں کہ ہمارا مخلوق سے کیا کام، ان کی رضا و عدم رضا کیا ہے؟ ہم سے تو ہر وقت ہمارا آقا راضی رہے۔

خوش بُو کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور خوش بُو کی طبی افادیت

ڈاکٹر فہد انوار

خوش بُو ہے دو عالم میں تیری اے گل چیدہ
کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصاف حمیدہ

وہ جس بھی راہ سے گزریں، معطر ہو فضا ساری
مہک ان کی گلابوں میں، مہ واختریں باقی ہے

پاکیزگی، ستھرائی، شائستگی اور نفاست کی مسلّمہ اقدار اس وقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہیں، جب ہم انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ میں پاتے ہیں۔ حیات مبارکہ کا کوئی گوشہ اٹھا کر دیکھیں، پاکیزگی اور شائستگی سے عبارت ہے۔

پھیلے ہوئے جہاں میں ہیں انوار آپ ﷺ کے
دائم مہک رہے ہیں چمن زار آپ ﷺ کے

اسی خوش طبعی اور نفاست کا یہ اثر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش بُو کو پسندیدہ رکھتے تھے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے نکلنے والا پسینہ بذات خود معطر ہوتا تھا۔ چناں چہ ام سلیم رضی اللہ تعالی عنہا نے ایک مرتبہ، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے، جسم اطہر کا پسینہ جمع کر لیا، آپ ﷺ کی آنکھ کھلی تو آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کیا کر رہی ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے پسینہ کو میں اپنی خوشبو سے ملاؤں گی۔ (صحیح مسلم، باب طیب عرق النبی ﷺ۔۔۔ رقم ۲۳۳۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی خوشبو سے بڑھ کر اور کوئی خوشبو نہیں سونگھی، نہ ہی عنبر اور نہ ہی مشک (صحیح مسلم باب طیب رائحة النبي صلى الله عليه وسلم ولين مسه والتبرك بمسحه، رقم ۲۳۳۰)

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوشبو آنحضرت ﷺ کی پسندیدہ ترین اشیا میں سے تھی، اسے صحت کی حفاظت اور غموں کے دور کرنے میں بھی اثر ہے (زاد المعاد ص ۳۰۹ ج ۴ موسۃ الرسالہ بیروت)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا ایک نمایاں حصہ طہارت اور پاکیزگی سے متعلق ہے۔ پھر اس میں بھی اگر غور کیا جائے تو انفرادی اور اجتماعی دونوں فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

صفائی، ستھرائی اور طہارت کا عادی آدمی خود بھی ظاہری و باطنی بیماریوں وساوس وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے اور دوسروں کے لیے بھی باعث اذیت نہیں ہوتا۔ دوسروں کو راحت پہنچانا یا کم از کم تکلیف سے بچانا عین اسلامی اخلاق کا مطلوب ہے۔ بخاری شریف میں ارشاد مبارکہ ہے:

المسلمون من سلم المسلمون من لسانه و يده (صحيح بخاری، رقم 10)

"اعلی درجے کا مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا جمعہ کے غسل کی تاریخ بیان فرماتی ہیں:

"لوگ اپنے کاموں مس مشغول رہتے تھے اور اسی طرح (میل کچیل پسینے میں) جمعہ کے لئے چلے جاتے تھے۔ چنانچہ انہیں کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیتے (تو بہتر تھا) (صحیح بخاری، کتاب الجمعہ رقم 903)"

انہی مبارک اور پاکیزہ تعلیمات کا ایک حصہ خوش بُو کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور عملی طور طریقے ہیں، جنہیں قلم بند کیا جارہا ہے۔

1. انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سکہ تھا۔ اس میں سے خوش بُو استعمال فرماتے تھے۔ ف: سکہ کے معنی میں علماء کے دو قول ہیں؛ بعض تو اس کا ترجمہ عطر دان اور اس ڈبہ کا بتلاتے ہیں، جس میں خوش بُو رکھی جاتی تھی۔ تب تو یہ معنی ہے کہ اس عطر دان میں سے نکال کر استعمال فرماتے تھے۔ میرے

استاذ رحمہ اللہ نے یہی ترجمہ ارشاد فرمایا تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ ایک مرکب خوش بُو ہے۔ چنانچہ قاموس وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ اور صاحبِ قاموس اس نے اس کے بنانے کی ترکیب بھی مفصل لکھی ہے۔

2. ثمامہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ خوش بُو کو رد نہیں کرتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوش بُو کو رد نہ فرمایا کرتے تھے۔

3. ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں نہیں لوٹانی چاہییں۔ تکیہ اور تیل خوش بُو اور دودھ۔ ف: ان چیزوں کو اس لیے ذکر فرمایا کہ ہدیہ دینے والے پر بار نہیں ہوتا اور لوٹانے سے اس کو بعض اوقات رنج ہوتا ہے۔ انہی چیزوں کے حکم میں وہ سب چیزیں داخل ہیں، جو نہایت مختصر ہوں کہ جن سے ہدیہ دینے والے پر بار نہ ہو۔ تکیہ سے مراد بعض علماء نے ہدیہ کے طور پر تکیہ کا دینا بتایا ہے کہ اس میں بھی کچھ ایسا بار نہیں ہے۔ اور بعض علماء نے استعمال کے لیے کسی لیٹنے یا بیٹھنے والے کے پاس سر رکھنے یا ٹیک لگانے کے لیے عارضی طور پر تکیہ رکھ دینا مراد دیا ہے۔

4. ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ مردانہ خوش بُو وہ ہے، جس کی خوش بُو پھیلتی ہوئی ہو اور رنگ غیر محسوس ہو۔ (جیسے گلاب کیوڑہ وغیرہ) اور زنانہ خوش بُو وہ ہے، جس کا رنگ غالب ہو اور خوش بُو مغلوب ہو۔ (جیسے حنا زعفران وغیرہ) ف: مطلب یہ ہے کہ مردوں کو مردانہ خوش بُو استعمال کرنا چاہیے کہ رنگ ان کی شان کے مناسب نہیں ہے اور عورتوں کو زنانہ خوش بُو استعمال کرنا چاہیے کہ دور اجنبیوں تک اس کی خوش بُو نہ پہنچے۔

5. ابوعثمان نہدی تابعی کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو ریحان دیا جائے، اس کو چاہیے کہ لوٹائے نہیں۔ اس لیے کہ اس کی اصل جنت سے نکلی ہے۔ ف: ریحان سے خاص یہ قسم مراد ہے یا ہر خوش بُو ریحان کہلاتی ہے، اہل لغت کے دونوں قول ہیں اور دونوں یہاں مراد ہو سکتے ہیں۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے جنت کی خوش بُوؤں کی نقل دنیا میں اس لیے پیدا فرمائی ہے کہ یہ جنت کی طرف ترغیب کا سبب بنے اور زیادتی شوق کا ذریعہ ہو کہ خوش بُو کی طرف طبعاً رغبت پیدا ہوتی ہے اور طبیعت کو ادھر کشش ہوتی ہے، لیکن دنیا کی خوش بُوؤں کو جنت کی خوش بُوؤں سے کیا نسبت کہ ان کی مہک اتنی دور پہنچتی ہے کہ پانچ سو برس میں وہ راستہ طے ہو۔ (خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ، ص: ۱۱۷، ۱۱۶، مکتبۃ الشیخ)

6. حضرت انس نبی ء اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں محبوب کر دی گئی ہیں عورتیں، خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے (سنن نسائی، کتاب وعشرۃ النساء رقم ۳۹۳۹)

سنن نسائی کے حاشیۃ السندی رحمہ اللہ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو عورتیں اس لیے محبوب تھیں کہ وہ آپ ﷺ سے آپ کی وہ باتیں نقل کر دیتی تھیں جو آپ حیا کی وجہ سے مردوں کے سامنے نقل نہیں کر سکتے تھے (چنانچہ آپ ﷺ کے خانگی معاملات وغیرہ کو اگر امہات المومنین امت کے سامنے نقل نہ کرتیں تو لوگ ان سے بے خبر رہتے)۔ نیز عورتوں کی طرف طبعی رغبت و محبت ہونے کے باوجود فرائض رسالت سے غفلت نہ برتنا ایک آزمائش تھی جو زیادہ مشقت اور زیادہ اجر کا باعث تھی۔ خوشبو کو آپ ﷺ اس لیے زیادہ پسند کرتے تھے کہ (اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ مخلوق) فرشتے بھی اسے پسند کرتے ہیں۔ یہ محبت آپ ﷺ کے مزاج کے اعتدال اور خلقت کے کمال پر دلالت کرتی ہے یعنی آپ ﷺ مزاج کے اعتبار سے انتہائی معتدل اور پیدائش کے اعتبار سے انتہائی کامل تھے۔ اور نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک کا رکھا جانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان چیزوں کی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات میں رکاوٹ نہیں بلکہ آپ ﷺ کی حقیقی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی ہے۔ (حاشیۃ السندی علی النسائی ص ۶۱ جزء ۷ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

7۔ چار چیزیں پیغمبروں کی سنت ہیں:

- حیا
- خوش بُو
- مسواک
- نکاح (جامع الترمذی، باب ماجاء فی فصل الزویج والحث علیہ، رقم ۱۰۸۰)

خوش بو کی مبارک سنتیں

آپ ﷺ مشک اور عود کی خوش بُو کو تمام خوش بُوؤں میں زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ (زاد المعاد)

خوشبو لگانے کا کوئی مخصوص طریقہ نہیں ہے۔ کتب سیرت و احادیث میں اگرچہ خوش بُو کے متعلق آنحضرت ﷺ کے ارشادات عالیہ وارد ہیں لیکن کسی خاص طریقہ کا ذکر نہیں۔ذیل میں بعض معتبر فتاوی کے حوالے نقل کیے جاتے ہیں:

۱۔دارالافتاء الاخلاص، کراچی

عطر لگانے کا کوئی خاص طریقہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے، لہذا جس طرح بھی عطر لگا لیا جائے، اس سے ان شاء اللہ سنت ادا ہو جائے گی اور سنت کا ثواب ملے گا، البتہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے کہ ہر اچھے کام میں داہنی طرف سے ابتداء کی جائے، لہذا صفائی ستھرائی اور زینت وغیرہ کی چیزوں میں دائیں طرف سے شروع کرنا بھی مسنون ہے، ہمارے بزرگ اکابرین رحمہم اللہ (جو کہ بہت متبع سنت بزرگ تھے) سے عطر لگانے کا یہ طریقہ منقول ہے کہ وہ حضرات عطر کو پہلے ہتھیلی میں لیتے تھے، پھر دونوں ہاتھوں سے ہتھیلی کو ملتے تھے، پھر داہنی بغل میں پھر بائیں بغل میں لگاتے، اس کے بعد کندھے اور سینہ پر مل لیتے تھے، اس طرح داہنی طرف سے ابتدا کرنے سے سنت پر عمل ہو جائے گا اور عطر کی سنت بھی ادا ہو جائے گی۔

۲۔ دارالافتاء : جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

تہجد میں عطر لگانا:

خاص طور پر سوتے وقت عطر لگانے کے اہتمام کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے معمولات میں نہیں مل سکا، البتہ رات کو تہجد کے وقت عطر کا استعمال مسنون ہے۔ نیز جمع الوسائل میں ہے کہ مباشرت سے پہلے مرد کے لیے عطر کا استعمال پسندیدہ ہے۔(فتوی نمبر:144207201147)

۳۔مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالی

عطر لگانے کا کوئی خاص طریقہ مسنون نہیں، البتہ دائیں جانب سے ابتدا کرنا سنت ہے۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۴۳ ج ۸، مکتبہ لدھیانوی)

خوش بو کے استعمال میں مرد و عورت میں فرق:

حدیث پاک کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ مردوں کے مقابلے میں عورتوں کے لیے وہ خوش بُو زیادہ پسندیدہ ہے، جس کا رنگ ظاہر ہو اور بُو چھپی ہوئی ہو۔ نیز عورت کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ گھر سے خوش بُو لگا کر نکلے۔ آپ ﷺ نے دینی مقاصد مثلاً آپ ﷺ کے مبارک دور میں آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز کی خاطر گھر سے باہر نکلنے والی عورت کو بھی خوشبو لگا کر نکلنے سے منع فرمایا ہے۔

خوش بو کے طبی فوائد:

مشاہدہ ہے کہ خوش بُو آدمی کی طبیعت میں فرحت و نشاط اور چستی پیدا کرتی ہے۔ خوش بُو کے ذریعے آدمی کو خود بھی اور دوسروں کو بھی ایک خوش گوار احساس ہوتا ہے۔ ذہنی دباؤ اور ڈپریشن وغیرہ دور رہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں بدبو سے طبیعت میں بیزاری اور گھٹن پیدا ہوتی ہے۔ طب نبوی پر گراں قدر کام کرنے والے حکیم ڈاکٹر قدرت اللہ حسامی اپنی کتاب "اسلام اور جدید میڈیکل سائنس" میں رقم طراز ہیں:

معطر ہوائیں اور عطر بیز فضائیں روح انسانی کے لیے غذا کا کام کرتی ہیں۔ اور روح قوی کے لیے سرمایہ حیات ہیں۔ خوش بُو سے روح میں توانائی پیدا ہوتی ہے، جس سے دماغ کو کیف اور اعضائے باطنی کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ خوش بُو سے نفس کو سرور اور روح کو انبساط حاصل ہوتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں خوش بُو روح کے لیے حد درجہ خوش گوار اور خوب تَر چیز ہے۔ خوش بُو اور پاک روحوں میں گہرا تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اطب الطیبین (سب سے زیادہ خوشبودار اور پاکیزہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی چیزوں میں سے ایک چیز خوش بُو بہت زیادہ محبوب تھی۔ (اسلام اور جدید میڈیکل سائنس، ص 531، دار المطالعہ)

ریحان (تلسی) Basil

قرآن میں ریحان سورۃ رحمٰن آیت 12 اور سورۃ واقعہ آیت 89 میں مذکور ہے، جس سے خوش بُو دار پھول مراد ہے۔

اس کے پھول اور پتیاں دونوں پیشاب آور ہوتی ہیں۔ پورا پودا اینٹی سیپٹک (Antiseptic) ہوتا ہے۔ تخم یونانی ادویہ معدے کی تکالیف، جریان پیچش میں بہترین دوا ہے۔ آج کل اس کی کاشت یمن میں زیادہ ہوتی ہے۔

۔۔۔اس کی ایک قسم ریحان کافوری بھی ہے، جس سے کافور نکالا جاتا ہے۔

خوش بُو مقوی قلب، منفعت بلغم اور دافع تعفّن ہے۔ اس کے روغن کی خاصیت سے مچھر دور بھاگ جاتے ہیں۔ اور ہوا کا تعفّن دور ہو جاتا ہے۔ اس کا جوہر Basil Camphor خوش بُو کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ڈاکٹر رستم جی نے اس کے تیل کو محرّک مبہی اور ہاضم اور بچوں کو سردی اور کھانسی میں مفید لکھا ہے۔ (ایضاً، ص 533،34)

مشک Musk

صحیح مسلم باب استعمال المسك وأنه أطيب الطيب وكراهة رد الريحان والطيب میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ خوشبوؤں میں زیادہ خوشبودار مشک ہے۔

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے مشک کو طب نبوی میں شامل کیا ہے اور اسے اقوی المفرحات یعنی تمام فرحت بخش چیزوں میں قوی ترین قرار دیا ہے

۔۔۔تاثیر کے لحاظ سے مقوی حواس ظاہری و باطنی۔ (فرحت بخش) ضعف قلب و دماغ اور اکثر اعصابی امراض میں بے حد مفید ہے۔ اس کی پیاری خوش بُو سے دل مسرور ہو جاتا ہے اور خوش بُویات میں اینٹی الرجک ہونے سے اکثر لوگ اسی کو پسند کرتے ہیں۔ اس کی خوش بُو سونگھنے سے نزلہ اور دماغ کو فائدہ ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں مشک کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کی بُو تیز اور عطر رنگ دار ہوتا ہے۔ اس لیے یہ مردوں کا ہے۔ (ایضاً)

خوش بُو کے انہی طبی فوائد کی بنا پر Aromatherapy کے نام سے ایک مستقل شاخ وجود میں آچکی ہے، جس میں مختلف پودوں کے تیل سے خوش بُوئیں بنائی جاتی ہیں۔ جنہیں بے چینی اور ذہنی دباؤ کو دور کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش بُو کے استعمال کی سنت پر عصر حاضر کی سائنس بھی آپ کی عظمتوں کا اعتراف کرتی نظر آتی ہے۔

آخر میں موضوع کی مناسبت سے سرور دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں اپنی ایک نعت کے گلہائے عقیدت:

لفظوں سے تیرے شوکت نطق و سخن ہے
خوش بُو سے تیری رونق بزم چمن ہے

بخشے ہیں جو اطوار، وہی تازہ و پُر دم
باقی تو زمانے میں ہر اک نقشِ کہن ہے

جلووں سے تیرے چاند بھی شرمندہ ہوا ہے
مہکا تیری خوشبو سے ہر اک سر و سمن ہے

رشک فلک خاک جو قدموں سے لگی ہے
رہتے ہیں جہاں آپ وہ خوش بُو کا وطن ہے

لکھتا ہے تیری شان میں دو چار یہ کلمے
مدحت سے تیری معتبر انوار کا فن ہے

سنہری باتیں

قسط نمبر 04

مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

خدا نے فدیہ قبول کرلیا

ایک شخص حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا میرا بیٹا سفر دریا کے لئے گیا ہے، اس کے لئے خدا سے دعاء کیجئے۔ آپ ؓنے فرمایا: اس کی طرف سے خیرات دے۔ اس وقت وہاں سمندر موج زن تھا اور کشتی ڈوبا چاہتی تھی۔ جب اس شخص نے اس کی طرف سے خیرات دی تو سنائی دیا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے تمہارے لئے سلامتی ہے۔ خدا نے فدیہ قبول فرمالیا۔ جب لڑکا آیا تو اس نے جو سنا تھا اپنے باپ سے بیان کیا۔

میں تو فرشتہ ہوں

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو خیرات بہت کیا کرتا تھا جب اس کا انتقال ہوا تو اس کی زوجہ نے سوائے دو سو درہم کے جو اس نے اپنے لڑکے کے لئے رکھ لئے تھے، سب اس کی طرف سے خیرات کر دیا۔ جب لڑکا بڑا ہوا تو ماں نے اس کو اطلاع دی کہ تیرے باپ کو خیرات کرنا نہایت محبوب تھا اور اس کو دو سو درہم دیدیئے۔ ایک روز جو وہ نکلا تو اس نے ایک مردہ کو دیکھا تو ایک سو اسی پر لگا کر اس کی تجہیز و تکفین کر دی۔ پھر ایک شخص نے اسے دیکھ کر کہا کہ اگر میں تجھے ایسی چیز بتلادوں جس سے مال کثیر تیرے ہاتھ آئے تو تو مجھے آدھا دے گا؟ اس نے کہا: ہاں! اس شخص نے کہا فلاں شہر چل وہاں ایک عورت کے پاس ایک بلی بکاؤ ہے اور اس کو خرید لے اور ذبح کر کے جلا ڈال اور اس کی راکھ لے کر فلاں شہر جاؤ وہاں کا بادشاہ اندھا ہے اس کی آنکھ میں اس راکھ کا سرمہ لگا دینا، حکم خدا سے اس کی

آنکھیں درست ہوجائیں گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور خدا نے اس بادشاہ کو آنکھیں عنایت کیں۔ اس بادشاہ نے اپنی بیٹی سے اس کا نکاح کر دیا اور اسے بہت کچھ مال دیا۔ کچھ مدت اس کے پاس رہا پھر اپنی ماں کو دیکھنے کے لئے بادشاہ سے اجازت چاہی۔ بادشاہ نے کہا: اپنی بیوی اور اپنے مال کو اپنے ساتھ لیتا جا۔ وہ لیتا آیا یہاں اس شخص نے جو اسے دیکھا جس نے اسے بتلادیا تھا آدھا مال اسے دیدیا۔ اس نے کہا: زوجہ باقی رہی ہے اس نے کہا اچھا! اور آرہ لایا تاکہ آدھی اسے کاٹ کر دیدے اس پر اس شخص نے کہا خدا تیرے مال اور اہل و عیال میں برکت دے تو نے جو عہد کیا تھا پورا کیا میں تو فرشتہ ہوں۔

تجھے تیرا مال مبارک ہو

بنی اسرائیل میں ایک شخص اور اس کے اہل و عیال کو تین روز تک کچھ کھانے کو نہ ملا۔ اس کی زوجہ نے اس کو ایک درہم دیا کہ کچھ کھانا خرید لائے۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے ایک درہم کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اس نے وہ درہم اس کو دے دیا اور اپنی زوجہ کو اس کی اطلاع دی۔ عورت نے کہا خوب کیا جو دے دیا۔ پھر اس نے تکلا دیا اس نے فروخت کرکے اس کی مچھلی خریدی۔ اس کے اندر ایک جوہر نکلا جو مال کثیر کے عوض بکا۔ اس کے بعد ایک سائل آیا تو اس سے اس نے کہا: آدھا مال لے لے۔ اس نے جواب دیا تجھے تیرا مال مبارک ہو، اپنا مال اپنے پاس رکھ میں فرشتہ ہوں۔ خدا نے تجھے اس درہم کے عوض ہزار قیراط دیئے ہیں اور ان میں سے صرف ایک قیراط تجھے دنیا میں ملا ہے۔

دو روٹی

بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک عورت کا خاوند کہیں چلا گیا، اس کی ماں نے اپنے بیٹے کی طرف سے ایک خط لکھا کہ عورت کو الگ کردو۔ اس پر عورت اپنے میکے چلی گئی۔ ان کا بادشاہ، مساکین کو کھلانا پلانا ناپسند کرتا تھا۔ اس عورت نے ایک مسکین کو دیکھ کر دو روٹیاں دیدیں،

پہرہ والوں نے اس کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا اور اطلاع کر دی کہ اس عورت نے کھانا کھلایا ہے۔ بادشاہ نے اس کے دونوں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد وہ اپنے دونوں بچوں کو لے کر چلی گئی اور دریا پار سے گذری۔ ایک سے اس نے کہا مجھے پانی پلادے اسے دریا نے لے لیا دوسرے سے اس نے کہا کہ اس کی خبر لو وہ ڈوب گیا۔ اس کے بعد ایک آنے والا اس کے پاس آیا اور کہنے لگا اے خدا کی بندی تیرا کیا حال ہے؟ اس نے ماجرا بیان کیا اس نے کہا تو کیا چاہتی ہے تیرے دونوں ہاتھ تجھے مل جائیں یا تیرے دونوں بچے تجھے مل جائیں اس نے کہا میرے بچے۔ وہ حکم خدا سے دونوں کو زندہ نکال لایا اور پھر اس کے دونوں ہاتھ بھی اسے مل گئے اور اس نے کہا میں فرشتہ ہوں۔ خدا کے پاس سے آیا ہوں۔ خدا نے دو روٹی کے بدلے میں تیرے دونوں ہاتھ تجھے پھر عنایت فرمادیئے اور ایک مسکین پر رحم کھانے کے عوض تجھے یہ ثواب ملا کہ تیرے بچے بھی دیدئے۔ سن لے تیرے خاوند نے تجھے طلاق نہیں دی اسی کے پاس واپس جا۔ اس کی ماں مر گئی ہے وہ لوٹ کر آئی تو اس نے ویسا ہی پایا۔

میں تیری نیکی ہوں

کسی مرد صالح کا بیان ہے کہ اسے ایک سانپ نظر آیا اور اس سے کہنے لگا مجھے پناہ دے، خدا تجھے پناہ دے گا۔ اس نے کہا تو کون ہے؟ سانپ نے کہا میں موحد ہوں۔ اس پر اس نے اپنا منہ کھول دیا۔ سانپ اس کے پیٹ میں گھس گیا، اتنے میں ایک شخص تلوار لئے آپہنچا اور سانپ کے بارے میں پوچھنے لگا لیکن وہاں اسے نہ ملا۔ پھر وہ جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ گیا۔ سانپ، اس سے کہنے لگا بتلا تیرے کہاں کاٹوں، جگر میں یا اور کہیں؟ اس نے پوچھا کیوں؟ سانپ بولا کہ تو نے ایسے کے ساتھ نیکی کی ہے جو اس کے لائق نہ تھا۔ اس شخص نے کہا اچھا! مجھے اتنی مہلت دے کہ میں اپنے لئے قبر کھود لوں۔ اس کے بعد ایک فرشتے نے اتر کر اسے کچھ کھلا دیا اور وہ سانپ ٹکڑے ہو کر نکل پڑا۔ اس نے پوچھا تو کون ہے؟ اس فرشتہ نے کہا میں تیری نیکی ہوں جو تو نے سانپ کے ساتھ کی تھی۔

انسان بڑا ناشکرا ہے

میں نے کتاب "الداعی الی وداع الدنیا" میں بمقام مکہ دیکھا ہے کہ ایک شخص میدان میں نکل گیا، اسے ایک کنواں ملا، اس میں ایک آدمی اور بندر اور سانپ اور چیتا گرے پڑے تھے۔ اس شخص نے کہا: اس آدمی کو میں اس کے دشمنوں سے ضرور چھڑاؤں گا۔ پھر اس نے رسی لٹکائی تو اس میں سانپ لٹک آیا، پھر لٹکائی تو بندر لٹک آیا، پھر لٹکائی تو چیتا لٹک آیا یہ سب اس کے شکر گذار ہوئے اور کہنے لگے اس آدمی کو مت نکالو کیونکہ وہ ناشکرا ہے۔ اس نے ان کی بات نہ سنی اور اس آدمی کو بھی نکال لیا۔ پھر بندر نے کہا کہ میں فلاں پہاڑ میں رہتا ہوں اگر تیرا وہاں آنا ہو تو میں اس کا بدلہ اتار دوں اور سانپ اور چیتے نے بھی ایسا ہی کہا۔ پھر وہ شخص بندر کے پاس گیا تو وہ طرح طرح کے میوے لایا اور اس نے بڑی خاطر داری کی۔ پھر چیتے کے پاس گیا تو وہ فوراعاجزی کرنے لگا اور جا کر ایک بادشاہ کی لڑکی مار کر اس کے کپڑے اور زیور اس شخص کو لا کر دیئے۔ اس شخص نے جی میں کہا جن سے مجھے امید نہ تھی، انہوں نے تو میرے ساتھ یہ سلوک کیا۔ پھر وہ اس آدمی کے پاس گیا اور اس سے بندر اور چیتے کا حال بیان کیا اور اس سے درخواست کی ان زیور اور کپڑوں کے فروخت کرنے میں اس کی مدد کرے۔ اس نے حاکم سے جا کر اطلاع کردی اس نے اپنے پیادے بھیج دیئے وہاں سے گرفتار کر کے لے گئے اور نہایت سختی سے اسے مارا اور قید کر دیا۔ اس کے پاس سانپ آیا اور اس نے کہا میں نے تجھے منع نہ کیا تھا آخر تو نے نہ مانا پھر سانپ جا کر حاکم کے بیٹے کے گلے میں لپٹ گیا۔ یہ دیکھ کر اس کا باپ چیخ اٹھا۔ سانپ نے کہا: اگر تو بے چارے غریب نیک آدمی کو قید خانے سے رہا کرتا ہے تو خیر ورنہ میں اسے مارے ڈالتا ہوں۔ اس نے رہا کر دیا تو سانپ چلا گیا۔ حاکم نے کہا: اے شخص! اپنا ماجرا بیان کر، اس نے ماجرا بیان کیا۔ بندر، سانپ اور چیتے نے اس کی تصدیق کی پھر حاکم نے اس ناشکرا آدمی کو سولی چڑھانے کا حکم دیا۔

تین اعتراض

ایک شخص شکار کے لئے نکلا۔ اس نے دو سانپ دیکھے کہ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ایک سفید ہے اور دوسرا سیاہ۔ اس نے سیاہ کو مار ڈالا اور شکار کے لئے چلا گیا۔ اس کی ایک صاحب جمال عورت پر نظر پڑی اور کہنے لگی میں وہی سانپ ہوں تو نے میرے دشمن کو مار ڈالا، تجھے اس کا کچھ عوض ملنا چاہئے۔ پس میں اپنی بیٹی سے تیرا نکاح کئے دیتی

ہوں لیکن اس پر اعتراض نہ کرنا ورنہ اگر تو تین بار اعتراض کرے گا تو اس پر تین طلاق پڑ جائیں گی۔ خیر اس نے نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ ایک آگ آئی اور اس عورت نے لڑکی کو آگ میں ڈال دیا۔ اس شخص نے کہا: تو نے یہ کیوں کیا؟ وہ بولی ایک طلاق ہو گئی۔ پھر اس کا لڑکا پیدا ہوا اور ایک کتا آیا، اسے کتے کو دے دیا۔ پھر اس شخص نے کہا یہ کیوں کیا؟ وہ بولی یہ دوسری طلاق ہو گئی۔ پھر اس کے کسی ساتھی نے اس کے پاس کچھ کھانا بھیجا، اس عورت نے اس میں نجاست ڈال دی۔ اس شخص نے کہا یہ کیوں کیا؟ وہ بولی تو یہ تیسری طلاق ہو گئی اور سن میں تجھے اس کا راز بتائے دیتی ہوں جس پر تجھ سے صبر نہ ہو سکا آگ اور کتا یہ دونوں ہمارے بچوں کی پرورش کیا کرتے ہیں اور اس کھانے میں زہر ملا تھا پھر کچھ مدت بعد وہ عورت مع اپنے لڑکے کے آئی اور یہ کہہ کر اسے لڑکی دے گئی کہ یہ تیری لڑکی ہے اور وہی لڑکی بلقیس جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجہ بھی تھیں۔

سانپ تخت کے نیچے گھس گیا

ایک بار ایک سانپ کسری کے تخت کے نیچے گھس گیا۔ لوگوں نے اسے مارنا چاہا کسری نے لوگوں کو اس سے منع کر دیا۔ وہ سانپ کنوئیں کی طرف چلا تو اس کے ساتھیوں میں سے کوئی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ وہ سانپ ایک نظر کنوئیں کی طرف اور ایک نظر اس شخص کی طرف کرتا جاتا تھا۔ اس شخص نے کنوئیں میں ایک مرا ہوا سانپ دیکھا جس پر ایک بچھو بیٹھا تھا۔ اس شخص نے بچھو کو مار ڈالا۔ پھر اس سانپ نے اس کے سامنے آکر اپنے منہ سے ایک دانہ اگل دیا۔ کسری نے اسے بو دیا چنانچہ اسی سے ریحاج فارسی کا درخت نکلا۔ کسری کو زکام بہت ہوا کرتا تھا، اس نے جو اسے استعمال کیا تو اسے نفع معلوم ہوا۔

دارالافتاء
آپ کے مسائل کا شرعی حل

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں!

مسئلہ نمبر ۱: میت کو دفنانے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعاء کرنا کیسا ہے ؟

مسئلہ نمبر ۲: نابالغ بچہ آذان دے دے تو اس کی آذان معتبر ہو گی یا پھر اعادہ کرنا ضروری ہے ؟

مسئلہ نمبر ۳: نماز میں نمازی کے سامنے سے گذرنے کی وعید آتی ہے لیکن آدمی نمازی کے سامنے کتنے قریب سے گزر جائے تو اس حدیث کی زمرے میں آئیگا سامنے سے گزرنے کا مقدار صحیح معلوم کیجئے۔

مسئلہ نمبر ۴: عید قربانی کا حکم یہ ہے کہ شہر میں نماز عید کے بعد اور گاؤں میں سورج نکلنے کے بعد قربانی کریں تو کتنے آبادی والے جگہ کو شہر اور کتنے آبادی والے جگہ کو قصبہ کہیں گے یعنی شہر کتنے گھروں پر مشتمل ہونا چاہیے ؟

مسئلہ نمبر ۵: نماز کے اندر اگر دونوں پاؤں کی انگلیاں زمین سے اوپر ہو جائیں تو نماز فاسد ہو گی یا نہیں؟ بعض حضرات نے فتاوی عالمگیری کی عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے نماز کو فاسد کہا ہے، تو اس عبارت کا مطلب صحیح کیا ہے۔ واضح کیجئے۔

مسئلہ نمبر ۶: نماز کے اندر دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ کم سے کم کیا ہے اور زیادہ سے زیادہ کیا ہے۔ (بحالت قیام)؟

مسئلہ نمبر ۷: نماز فرض یا نفل وغیرہ کے بعد یا مطلقاً مسجد میں گر کر دعا کرنا کیسا ہے۔ جو کہ آج کل سر عام ہے ؟

مسئلہ نمبر ۸: دودھ پیتے بچے یا بچی کے پیشاب کا کیا حکم ہے کہ اس سے اس کی والدہ کے کپڑے ناپاک ہو نگے یا نہیں حالانکہ والدہ کے لیے بچہ کے پیشاب سے کپڑوں کو بچانا بہت مشکل ہوتا ہے ؟

مسئلہ نمبر ۹: صلوٰۃ التسبیح بالجماعت کا کیا حکم ہے ؟

مسئلہ نمبر ۱۰: لیلۃ القدر اور شب برات جیسی محترم راتوں میں نفل بالجماعت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب حامدا و مصلیا

1۔ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے۔ تو جب سب حاضرین دعا کریں گے تو خود بخود اجتماعی صورت پیدا ہو جاتی ہے تاہم کبھی کبھار اجتماعی دعا میں بھی مضائقہ نہیں لیکن لازم و واجب نہیں ہے۔

2۔ اگر لڑکا سمجھدار ہو تو اس کی اذان درست ہے لیکن بالغ کی آذان افضل ہے۔

3۔ اگر اتنی چھوٹی مسجد یا کمرہ یا صحن میں نماز پڑھ رہا ہو کہ اس کا کل رقبہ ۵۴۴۳۳ مربع میٹر سے کم ہے تو نمازی کے سامنے سے مطلقاً گزرنا ناجائز ہے۔ خواہ قریب سے گزرے یا دور سے اور اگر مسجد یا کمرہ یا صحن کا کل رقبہ ۵۴،۴۳۳ مربع میٹر یا اس سے زیادہ ہے، یا کھلی فضاء میں نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی کی جائے قیام سے دو صف کی مقدار (آٹھ فٹ) چھوڑ کر گزرنا جائز ہے۔

4۔ شہر اور قصبہ کی تعریف کا مدار عرف پر ہے، اس کی علامات یہ ہیں کہ اس میں ایسا بازار ہو جو مستقل ہو اور روزمرہ کی ضروریات عام دستیاب ہوں حکومت کی طرف سے تحصیل یا تھانہ اور ڈاکخانہ ہو اور تین چار ہزار کی آبادی ہو کہ سے شہر یا قصبہ کہا جاسکے۔ (دیکھئے امداد الاحکام ص ۷۶۶، فتاوی عثمانی، ص ۴۶۵)

5۔ سجدہ میں زمین پر پاؤں رکھنے کے بارے میں تین اقوال ہیں، فرض، واجب، سنت، وجوب کا قول راجح ہے اور دونوں پاؤں میں سے کسی ایک کا کوئی بھی جزء ایک مرتبہ، سبحان ربی الاعلیٰ کی بقدر رکھ لینے سے واجب ادا ہو جائیگا اور اگر اتنی مقدار بھی نہیں رکھا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ یہ مسئلہ کی تفصیل ہے باقی عالمگیری کی عبارت میں کوئی شبہ ہے تو اس کا حوالہ لکھ کر دوبارہ سوال کیا جائے۔

6۔ قدمین کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنا مستحب ہے باقی اس سے اگر کچھ کم یا زیادہ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

7۔ نماز کے فوراً بعد ہر قسم کا سجدہ کرنا ناجائز ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص خلوت میں نماز کے بعد سجدہ کرے اور اس کی عادت نہ بنائے اور اس کو سنت یا مستحب نہ سمجھے تو جائز ہے۔ سجدہ میں دعا کرنا اس شرط سے جائز ہے کہ اس کی عادت نہ بنائے سنت یا مستحب نہ سمجھے اور عوام کے لیے فساد عقیدہ کا باعث نہ ہو۔

8۔ دودھ پیتے بچے، بچیوں کا پیشاب ناپاک ہے، اس لیے اس سے کپڑوں وغیرہ کو بچانا ضروری ہے ایسے بچوں کی ماں کو چاہئے کہ نماز کے لیے ایک ایسا جوڑا مختص کرے کہ صرف نماز پڑھنے کے لیے اس جوڑے کو پہنا کرے۔

9۔ تداعی کے ساتھ ہو تو مکروہ ہے تداعی کا مطلب یہ ہے کہ تین یا تین سے زیادہ افراد امام کی اقتداء کریں۔

10۔ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق مکروہ ہے۔

محسنِ پاکستان
ڈاکٹر عبدالقدیر خان

مولانا حافظ بلال عبدالفرید

دس اکتوبر 2021ء کو تمام پاکستانیوں پر یہ خبر بجلی بن کر گری کہ پاکستانیوں کے ہر دل عزیز جوہری سائنسدان، جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب انتقال فرماگئے، ڈاکٹر صاحب کی خدمات پاکستان کے لئے اتنی زیادہ ہیں کہ اس پر کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں، لہذا خیال یہی ہوا کہ اس بار اس کالم میں اس نابغہ روزگار شخصیت کے حالات زندگی اپنے قارئین کے سامنے رکھے جائیں تاکہ مملکت خداداد کے اس عظیم محسن کو خراج عقیدت پیش کیا جاسکے۔

حالات زندگی

ڈاکٹر عبدالقدیر خان 27 اپریل 1936 کو متحدہ ہندوستان کے شہر بھوپال میں پیدا ہوئے تھے اور برصغیر کی تقسیم کے بعد 1947 میں اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان ہجرت کی تھی۔ وہ خود بتایا کرتے تھے کہ ہجرت کے وقت پیدل سفر کیا تھا اور پیر میں صرف ایک چپل تھی۔ اس وقت ان کی عمر بارہ تیرہ سال کی تھی، اس چھوٹی عمر میں انتہائی تکلیف دہ سفر کر کر پاکستان آنا، ان کو زندگی میں آنے والے کٹھن حالات کے لئے تیار کر گیا۔

ان کا خاندان بھوپال سے کراچی آکر بس گیا تھا۔ کراچی میں ابتدائی تعلیمی مراحل کی تکمیل کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے وہ یورپ گئے اور 15 برس قیام کے دوران انھوں نے مغربی برلن کی ٹیکنیکل یونیورسٹی، ہالینڈ کی یونیورسٹی آف ڈیلفٹ اور بیلجیئم کی یونیورسٹی آف لیوین سے تعلیم حاصل کی۔

آپ نے 1963ء میں ہالینڈ میں ہی وہاں کی مقامی خاتون کو مسلمان کر کر شادی کی۔ ڈاکٹر خان کی اہلیہ برطانوی شہریت کی حامل خاتون تھیں جن کے والدین ڈچ (ہالینڈ) نژاد تھے اور ان کی اہلیہ کا بچپن جنوبی افریقہ میں گزرا تھا۔ ڈاکٹر خان کی دو بیٹیاں ہیں، دونوں پی ایچ ڈی ڈاکٹر ز ہیں، اور ماشاء اللہ اپنے اپنے گھرانوں میں خوش و خرم زندگی گزار رہی ہیں۔

1972 کے موسم بہار میں ڈاکٹر خان نے 'فزیکل ڈائینامکس ریسرچ لیبارٹری' میں یورینکو (URENCO) کی ڈچ شراکت دار ذیلی ٹھیکدار کمپنی میں ملازمت اختیار کی۔ برطانیہ، جرمنی اور ڈچ (ہالینڈ) کی

کمپنیوں کے اشتراک سے یورینکو(URENCO)وجود میں آئی تھی جسے 1971 میں قائم کیا گیا تھا تاکہ 'سینٹری فیوجز' (مختلف اجزا کو الگ کرنے کے عمل) کے ذریعے یورینیم کی افزودگی کی تیاری اور تحقیق ممکن ہو۔ یہ 'سینٹری فیوجز' انتہائی تیز رفتار سے کام کرتے تھے۔

ڈاکٹر خان کو نچلی سطح کی سکیورٹی کلیئرنس دی گئی لیکن نگرانی کے کمزور عمل کی وجہ سے انھیں 'سینٹری فیوج ٹیکنالوجی' کی مکمل معلومات تک رسائی حاصل ہو گئی۔ انھوں نے 'ایل میلو' (مشرقی ہالینڈ کا شہر) میں قائم ڈچ پلانٹ کا متعدد مرتبہ دورہ کیا۔ ان کی ایک ذمہ داری جدید ترین سینٹری فیوجز سے متعلق جرمن دستاویزات کا ڈچ زبان میں ترجمہ کرنا بھی شامل تھا۔

پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی ابتداء

17 ستمبر 1974 کو ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے پاکستان کے اس وقت کے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو خط لکھا جس میں انھوں نے ایٹم بم بنانے کے لیے اپنی خدمات فراہم کرنے کی پیشکش کی۔ اس خط میں ان کی رائے تھی کہ سینٹری فیوجز کو استعمال کرکے جوہری بم بنانے کا راستہ پلوٹونیم (جس سے پاکستان پہلے ہی بم بنانے کی کوشش کر رہا تھا) کے ذریعے بم بنانے سے بہتر ہے کیونکہ اس میں 'جوہری ری ایکٹرز' اور 'ری پراسیسنگ' ہوتی ہے۔

اگست 2009 میں ایک ٹی وی انٹرویو کے دوران ڈاکٹر خان نے بتایا تھا کہ میں نے ستمبر 1974 میں بھٹو کو خط لکھا کہ میرے پاس مطلوبہ مہارت ہے۔ بھٹو کا جواب بہت حوصلہ افزا تھا، دو ہفتوں بعد انھوں نے مجھے جوابی خط لکھا جس میں مجھے پاکستان واپس آنے کے لیے کہا۔ ان کے مطابق 'دسمبر 1974 میں پاکستان واپسی پر میں بھٹو سے ملا۔ میں نے ٹیکنالوجی کے بارے میں منیر احمد خان اور ان کی ٹیم کو تفصیلات سے آگاہ کیا اور ہالینڈ واپسی سے قبل ان سے 'انفراسٹرکچر' کی تیاری کے لیے کہا۔'' 1975 میں دوبارہ میں پاکستان واپس آیا۔ میں ہر سال کراچی میں اپنے اہل خانہ سے ملاقات کے لیے آتا تھا۔ 1975 میں بھٹو نے مجھے 'سائٹ' (متعلقہ جگہ) کا معائنہ کرنے کے لیے کہا تاکہ دیکھ سکوں کہ کوئی پیش رفت ہوئی یا نہیں۔ میں نے بھٹو سے کہا کہ مجھے ہالینڈ واپس جانا ہے؛ تاہم ان کا اصرار تھا کہ میں واپس نہیں جاسکتا اور مجھے یہاں رہنا ہو گا۔'

وہ بتاتے ہیں کہ 'میں نے بھٹو کو بتایا کہ وہاں (ہالینڈ میں) میری نوکری ہے اور مجھے واپس جانا ہو گا۔ میں پاکستانی سائنسدانوں کی سمت کی جانب رہنمائی کر سکتا ہوں۔ میری صاحبزادیاں ہالینڈ میں زیر تعلیم ہیں اور میری اہلیہ نے اپنے بوڑھے والدین کی دیکھ بھال کرنا ہے۔' لیکن بھٹو کے اصرار پر 'میں نے بھٹو سے کہا کہ مجھے سوچنے کا کچھ وقت دیں اور مجھے اپنی اہلیہ سے مشورہ کرنے دیں۔ جب میں نے اپنی اہلیہ سے بات کی کہ ہم ہالینڈ واپس نہیں جائیں گے

تو وہ حیران اور پریشان ہو گئیں اور اس منصوبے کو مسترد کر دیا۔ میں نے اہلیہ سے کہا کہ میں بلند و بانگ دعووں سے بچتے ہوئے یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ میرے سوا پاکستان کے لیے یہ کام کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اس طرح ان کا ذہن بدل گیا اور انھوں نے پاکستان میں رہنے کا فیصلہ کر لیا۔"

دسمبر 1974 میں ذوالفقار علی بھٹو ڈاکٹر خان سے ملے اور ان کی حوصلہ افزائی کی کہ جوہری بم کے حصول کے لیے وہ پاکستان کی جس حد تک مدد کر سکتے ہیں کریں۔ اگلے سال ڈاکٹر خان نے مبینہ طور پر سینٹری فیوجز کی 'ڈرائنگز' (نقشے یا خاکے) بنائے اور مغربی سپلائرز کی فہرست تیار کی جو اس کام کے لیے پرزہ جات فراہم کر سکتے تھے۔ 1974 میں پاکستانی وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو سے یورینیم کی افزودگی کے معاملے پر رابطوں کے بعد 1976 میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان واپس پاکستان آئے اور 31 مئی 1976 کو انجینئرنگ ریسرچ لیبارٹریز کے نام سے ایک نئے ادارے کی بنیاد رکھی۔

اس ادارے کا نام یکم مئی 1981 کو فوجی حکمران جنرل ضیاالحق مرحوم نے تبدیل کر کے ان کے نام پر 'ڈاکٹر اے کیو خان ریسرچ لیبارٹریز' رکھ دیا تھا۔ یہ ادارہ پاکستان میں یورینیم کی افزودگی میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔انھوں نے ایک کتابچے میں خود لکھا ہے کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کا سنگ بنیاد اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے رکھا اور بعد میں آنے والے حکمرانوں نے اسے پروان چڑھایا۔

پاکستان کے جوہری پروگرام کے حوالے سے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا نام کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ ایک طویل عرصے تک اس پروگرام کے سربراہ رہے تاہم مئی 1998 میں جب پاکستان نے انڈیا کے ایٹم بم کے تجربے کے بعد کامیاب جوہری تجربہ کیا تو بلوچستان کے شہر چاغی کے پہاڑوں میں ہونے والے اس تجربے کی نگرانی ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے پاس نہیں تھی بلکہ اس وقت کی محسن کش حکومت نے ڈاکٹر خان کو اس عمل سے دور رکھتے ہوئے، ڈاکٹر ثمر مبارک مند کو آگے بڑھانا چاہا۔ لیکن یہ عمل، سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف تھا، اور بالآخر ڈاکٹر ثمر نے ڈاکٹر خان کے انتقال پر یہ اعتراف کیا کہ ڈاکٹر خان کو ہی اس پروگرام کا اصل کریڈٹ جاتا ہے، ان کے بغیر ہم کچھ نہیں تھے۔

دوسری طرف ہالینڈ سے واپسی پر، ڈاکٹر عبدالقدیر خان پر ہالینڈ کی حکومت نے اہم معلومات چرانے کے الزامات کے تحت مقدمہ دائر کر دیا کہ ڈاکٹر صاحب نے ہماری ڈرائنگز چرائی ہیں۔ یہ مقدمہ کئی سال تک چلتا رہا، لیکن ہالینڈ، بیلجیئم، برطانیہ اور جرمنی کے پروفیسرز نے جب ان الزامات کا جائزہ لیا تو انہوں نے ڈاکٹر خان کو بری کرنے کی سفارش کرتے ہوئے کہا تھا کہ جن معلومات کو چرانے کی بنا پر مقدمہ داخل کیا گیا ہے وہ عام ہیں اور مختلف دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔ جس کے بعد ہالینڈ کی عدالت عالیہ نے ان کو باعزت بری کر دیا تھا۔

اعزازات و تصانیف

ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب نے تین کتابیں جوہری فزکس اور میٹرولوجی پر لکھیں، جن مین سے دو کتابوں کا جرمن اور ڈچ زبانوں میں ترجمہ ہوچکا ہے، جب کہ اس کے علاوہ بے شمار کتابچے اور متعدد تحقیقی مقالے لکھے، جن میں سے کئی مقالات بین الاقوامی تحقیقی جرائد میں شائع ہوچکے ہیں۔

انھیں مختلف یونیورسٹیوں کی طرف سے ساٹھ (60) بار گولڈ میڈل (سونے کے تمغے) سے نوازا گیا۔ جب کہ ان کو تین مرتبہ صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا، دو مرتبہ ملک کا سب سے بڑا سول اعزاز نشان امتیاز دیا گیا۔ پہلے چودہ اگست 1996 کو صدر فاروق لغاری اور پھر 1998 کے جوہری دھماکوں کے بعد اگلے برس 1999 میں اس وقت کے صدر رفیق تارڑ نے انھیں اس اعزاز سے دوبارہ نوازا۔ جب کہ اس سے قبل 1989 میں انھیں ہلال امتیاز بھی عطا کیا گیا تھا۔

جوہری ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ کے الزامات اور ایک عظیم قربانی

ڈاکٹر خان کو پاکستان کے فوجی صدر جنرل پرویز مشرف نے بطور چیف ایگزیکٹیو اپنا مشیر نامزد کیا تھا۔ تاہم جنرل مشرف کے دور میں ہی ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے سرکاری ٹی وی پر دیگر ممالک کو جوہری راز کی فروخت کے الزامات تسلیم کیے تھے جس کے بعد سنہ 2004 میں انھیں صدارتی معافی دینے کے بعد ان کے گھر میں نظربند کر دیا گیا تھا۔

یہ نظربندی پانچ برس جاری رہی تھی اور اس کا خاتمہ اسلام آباد ہائی کورٹ کے حکم پر ہوا تھا۔ تاہم نظربندی کے خاتمے کے باوجود ڈاکٹر خان کی نقل و حرکت محدود کر دی گئی تھی۔ انھوں نے آزادانہ نقل و حرکت کے لیے عدالت سے رجوع بھی کیا تھا تاہم ان کی وفات تک اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا تھا۔

ہوا کچھ یوں تھا کہ مبینہ طور پر پاکستان نے ایٹمی ٹیکنالوجی اسلامی جذبے کے تحت ایران اور لیبیا کو خفیہ طور پر منتقل کی تھیں، تاکہ مسلم ممالک اپنے دفاع میں خود مختار ہوجائیں۔ لیکن بقول صدر مشرف ایران نے مغربی ممالک سے معاہدہ کرتے وقت یہ راز ان کو دے دیا تھا، جب کہ برادر مسلم ملک لیبیا کے اس وقت کے صدر کرنل قذافی نے عراق کے صدر صدام حسین پر مغربی طاقتوں کے حملے اور عراق کی تباہی کے بعد، مغربی طاقتوں کی خوشنودی کے لئے، لیبیا کا ایٹمی پروگرام بند کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور نہ صرف اتنا بلکہ اس کے بارے میں ساری معلومات، مغربی خفیہ ایجنسیوں کو اس خوش فہمی میں دے دیں کہ اس طرح وہ مغربی ممالک کے چہیتے بن جائیں گے۔

اس طرح ان عاقبت نا اندیش حکمرانوں کی بے وفائی کے سبب پوری دنیا کی طرف سے پاکستان پر جوہری ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ کا الزام لگا، اور پاکستان پر شدید ترین دباؤ آنے لگا، تو صدر پرویز مشرف کے کہنے پر ڈاکٹر خان نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جوہری ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ کا الزام اپنے سر لے لیا۔ درحقیقت یہ اعتراف، ڈاکٹر صاحب کی طرف سے قوم کے لئے ایک عظیم قربانی تھی، جب ڈاکٹر قدیر خان سے پوچھا گیا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا تھا تو ڈاکٹر

صاحب کا جواب تھا: 'ایک آدمی پر ڈال دیں تو ملک بچ جاتا ہے۔ بات ملک پر سے ہٹ جاتی ہے۔ انھوں نے کہا تھا کہ اس وقت ایک آدمی کے اعتراف سے پورے پاکستان کا فائدہ ہو رہا تھا'۔ اس طرح اس وقت ڈاکٹر صاحب کی اس عظیم قربانی کے سبب، پاکستان اور پاکستان کا ایٹمی پروگرام تباہ ہونے سے بچ گیا۔

لیکن اس کے بعد ہمارے عاقبت نا اندیش حکمرانوں نے ان کے ساتھ انتہائی بے اعتنائی برتی اور ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بہتر سلوک نہیں کیا۔

وہ بقیہ ساری زندگی غیر اعلانیہ نظر بند رہے، اور اس نظر بندی کے خاتمے کے بارے میں بات کرتے ہوئے انھوں نے ایک بار کہا تھا کہ 'بات کرنے اور آزادی میں بہت فرق ہے۔ آزادی کے معانی ہیں کہ میں گھر سے باہر جاسکوں، لوگوں سے ملوں لیکن ایسا نہیں ہے۔ اور یہ (بات کرنے کی آزادی) کوئی بڑی آزادی نہیں۔ کیا ہم کوئی سرکاری راز کھول رہے ہیں کہ ہمیں باہر نہیں جانے دیا جارہا۔ ہمیں تو دعا سلام ہی کرنا ہے۔'

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی وفات پر پاکستان میں ردعمل

ڈاکٹر عبد القدیر خان کی وفات کی خبر پر سیاستدانوں سے لے کر عوام تک سبھی غمگین ہیں، مملکت خداداد پاکستان کے تمام علمائے کرام، اور مدارس کے طلباء و اساتذہ سمیت تمام پاکستانی، ڈاکٹر خان کی رحلت پر انتہائی دل گرفتہ ہیں، پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے کے لیے جوہری پروگرام کے 'بانی' کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ انھیں خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر خان صاحب، تمام پاکستانیوں کی دعاؤں میں ہمیشہ شامل رہیں گے۔ اور ہم سب دعا گو ہیں کہ اللہ پاک ڈاکٹر عبد القدیر خان کی کامل مغفرت فرمائیں، ان کے گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل فرمائیں، اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام نصیب فرمائیں۔ آمین۔

پس تحریر: ڈاکٹر صاحب کی وفات پر ایک پاکستانی رحمت اللہ بگٹی نے ٹوئٹر پر بہت عمدہ شعر ٹویٹ کیا، جو کہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ہماری حکومتوں کے روا رکھے جانے والے سلوک کا عمدہ عکاس ہے:

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہل وطن
یہ الگ بات ہے دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

سرِفاران چمکا تھا جو خورشید جہاں ہو کر

ادا کیسے کریں اور کس زبان سے شکر ہم تیرا
کہ تو نے اس نبی کی ہم کو امت میں کیا پیدا

وہ کملی اوڑھنے والا فقیری پہ جو نازاں تھا
گدا تھے جس کے کوچے کے سکندر قیصر و کسریٰ

گدائی جس کے گھر کی بادشاہی سے بھی بہتر تھی
زمین جس شاہ کے کوچہ کی رشک قصر قیصر تھی

رسل نے امتی ہونے کی جس کے آرزو کی ہو
لقب محبوب دے کر حق نے جس کی آبرو کی ہو

قدم بوسی کی جس کے آسمان نے آرزو کی ہو
بلا کر عرش پہ جس سے خدا نے گفتگو کی ہو

وہ شاہ دو جہاں لولاک کی پوشاک تھی جس کی
فقیر ایسا کہ ادنیٰ ملک ہفت افلاک تھی جس کی

سر فاران چمکا تھا جو خورشید جہاں ہو کر
بتائی راہ جس نے رہنمائے گمرہاں ہو کر

گیا تھا عرشِ اعظم پر جو حق کا میہماں ہو کر
شرف پایا تھا جس نے انبیاء میں آسماں ہو کر

رہی شیدا چمن پر جس کے فصل بے خزاں برسوں
قدم چوما کیا جس کی زمیں کے آسماں برسوں

حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ

Monthly
Al-Hammad
Karachi
REGD. No. M.C 898

سیّدی و مُرشدی حضرۃ مولانا عبدالواحدؒ صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی

سوانحِ حیاتؒ منظرِ عام پر آگئی ہے۔

خلیفہ مجاز

قطب الاقطابؒ حضرت مولانا مُرشدُ الموحّدین حمّاد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ہم نے حضرت کی سوانحِ حیاتؒ کو بڑی عرق ریزی ومحنت سے نہایت ہی خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے۔

اس کتاب کو مکتبہ حمادیہ سے خریدیں اور اپنے حلقہ احباب کو بھی ہدیۃً پیش کریں۔

اگر اس کے پڑھنے سے کسی کی اصلاح ہوگئی تو آپ کی نجات کا ذریعہ ہوگا۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ حمادیہ کراچی
شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کوڈ نمبر 75230
فون نمبر: 021-34572537, 0333-3558552

Ammar Hameed